تالیف فضیلۃ الشیخ مسند القحطانی

تقریظ ڈاکٹر حافظ عبدالکریم
ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث

# استقامت

## فضائل اور درپیش مشکلات


تالیف

فضیلۃ الشیخ مسند القحطانی

تقریظ

ڈاکٹر حافظ عبدالکریم

ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث

نظرِ ثانی

حافظ نذیر مدنی

فاضل مدینہ یونیورسٹی

اردو قالب

عمران صارم



ناشر

شعبہ طبع و تالیف مرکز المودۃ ڈیرہ غازیخان

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | استقامت |
| تالیف | : | فضیلۃ الشیخ مسند القحطانی |
| اردو قالب | : | عمران صارم |
| اشاعت اول | : | |
| تعداد | : | |
| زیر اہتمام | : | ادارہ **مرکز المودة**، شاکر ٹاؤن، ڈیرہ غازی خان |
| ناشر | : | مسلم پبلیکیشنز |

## ملنے کا پتہ

# فہرست


❀ تقریظ ............ 7

❀ مقدمہ ............ 9

❀ استقامت ............ 12

⊙ استقامت کا معنیٰ ومفہوم ............ 12

❀ ضروری تنبیہات ............ 19

⊙ جس استقامت کا اللہ نے حکم دیا ہے اس سے مراد ظاہری اور باطنی استقامت ہے ............ 19

⊙ مطلوبہ استقامت کا تعلق خالق ومخلوق دونوں کے ساتھ ہے ............ 21

⊙ استقامت راہ راست پر رہنے اور میانہ روی اختیار کرنے کا نام ہے ............ 24

❀ فضائل استقامت ............ 27

⊙ نہ انہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ غم زدہ ہوں گے ............ 27

⊙ اصحاب جنت ............ 29

⊙ دنیا وآخرت میں ان کیلئے بشارت ہے ............ 32

⊙ خوش گوار زندگی اور حقیقی سعادت ........................ 35

⊙ امن وامان اور ہدایت .................................... 38

⊙ اللہ کی محبت ........................................... 42

⊙ ولایت اور اللہ کی معیت خاصہ ............................ 43

⊙ رزق کی فراوانی اور مال وعمر میں برکت ..................... 46

⊙ نیکیوں میں اضافہ اور گناہوں کی معافی ..................... 49

⊙ اللہ کا اہل استقامت اور ان کی اولاد کی حفاظت فرمانا ........ 50

⊙ حقانیت توحید اور اخلاص (توحید کو پایۂ ثبوت تک پہنچانا اور اخلاص نیت) 52

⊙ تزکیہ نفس اور حسن اخلاق ................................ 54

⊙ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی سچی محبت ..................... 58

⊙ اعمال اور دعا کی قبولیت کے درجے کا بلند ہو جانا .......... 62

⊙ محاسبہ نفس ............................................. 64

⊙ دین میں فقاہت اور علم وفہم حاصل کرنا ..................... 66

⊙ اہل قرآن ................................................ 70

⊙ رسول اللہ ﷺ، فرشتوں اور نمازیوں کی دعا کا حصول ........... 71

⊙ اللہ کی طرف سے عزت افزائی .............................. 73

⊙ کثرت اطاعت ............................................. 77

⊙ بلند ہمتی ................................................ 78

⊙ دعوت الی اللہ کی شدید خواہش ............................ 80

⊙ نیک لوگوں کی معرفت ........................................ 85

⊙ دنیا میں مقبولیت ........................................ 87

⊙ رعب اور جلال ........................................ 92

⊙ پریشانی اور اضطراب سے سلامتی ........................................ 94

⊙ حسن و جمال ........................................ 95

⊙ رزق کی کشادگی اور زہد ........................................ 96

⊙ اسباب کو بروئے کار لاتے ہوئے اللہ پر توکل ........................................ 99

⊙ دوستی اور دشمنی کا معیار ........................................ 100

⊙ بہترین مخلوق ........................................ 103

⊙ عبادت کی محبت اور لذت ........................................ 104

⊙ تمام معاملات میں اعتدال اور میانہ روی ........................................ 108

⊙ حسن خاتمہ ........................................ 110

❀ استقامت کی راہ میں حائل رکاوٹیں ........................................ 115

⊙ ٹال مٹول کرنا ........................................ 116

⊙ برے دوست ........................................ 117

⊙ گھر والے اور قریبی رشتے دار ........................................ 119

⊙ مباحات میں غرق ہو جانا ........................................ 119

⊙ کامل استقامت اختیار نہ کر سکنے کا خوف ........................................ 120

⊙ ملازمت کی فکر ........................................ 121

⊙ استقامت کے معنی سے عدم واقفیت ........ 123
⊙ عزت وشہرت متأثر ہونے کا خوف ........ 123
⊙ ناکامی کا خوف ........ 124
⊙ توبہ قبول نہ ہونے کا خوف ........ 125

❀ خاتمہ ........ 127

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# تقریظ

تمام غیر مسلم آپس میں نظریاتی اور عقائدی اختلاف کے باوجود اسلام کے مقابلے میں متفق ومتحد رہے ہیں۔ "الکفر ملة واحدة" کے مصداق عالم کفر روز اول ہی سے اس سوچ میں ہے کہ اسلام کو کمزور کیسے کیا جائے، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس کی حاسدانہ و حاقدانہ فطرت اور مزاج ہی ہے جس کی وجہ سے وہ مختلف میدانوں میں اس کے خلاف سرگرم عمل ہے۔ مختلف طریقوں اور متنوع اسالیب سے یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اسلام ایک فرسودہ، رجعت پسند اور قدامت پرست مذہب ہے، جس سے ہزاروں کمزور عقیدہ مسلمان متأثر ہوتے ہیں۔

اسلام صرف مذہب نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ موجودہ دور میں بھی جہاں اسلامی قوانین رائج ہیں وہاں امن وآشتی، اتفاق واتحاد اور اقتصادی و معاشرتی خوشحالی نمایاں اور عام ہے۔ اس وقت سعودی عرب کو دیکھیں جہاں اسلامی قانون نافذ ہے، قاتل کو قصاصاً قتل کیا جاتا ہے، زانی کیلئے رجم (سنگساری) اور چور، ڈاکو کیلئے قطع ید اور قتل جیسی عبرتناک سزائیں مقرر ہیں تو وہاں کے امن وسکون سے کھیلنے والوں اور ان کی جان ومال کیلئے خطرہ بننے والوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ اسلامی قوانین اور حدود کی پابندی اور اس پر

استقامت کا نتیجہ ہے۔

یہ مختصر سا کتابچہ فضائل استقامت اور اس سلسلے میں پیش آنے والی مشکلات اور رکاوٹوں کے متعلق ہے۔جو کہ فاضل مصنف فضیلۃ الشیخ مسند القحطانی کی عربی کتاب ”الاستقامة فضائلها ومعوقاتها“ کا ترجمہ ہے۔ اس موضوع کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے،اس کے باوجود اس موضوع پر مزید گفتگو کرنے ،اس کو نئے انداز میں پیش کرنے اور متفرق چیزوں کو یک جا کرنے کی ضرورت تھی،جسے مصنف نے پورا کر دیا ہے۔اب اسے اردو خواں طبقہ کے استفادہ کیلئے اردو قالب میں ڈھال کر مفید عام بنا دیا ہے۔

ڈاکٹر حافظ عبدالکریم

ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث پاکستان

# مقدمہ

ہر قسم کی تعریف کا سزاوار وہ اللہ ہے جس نے ہمارے لیے دین کو مکمل کیا، ہم پر اِتمام نعمت فرمایا اور اسلام کو ہمارے لیے بطورِ دین پسند فرمایا۔ تمام تعریفات کے لائق وہ اللہ ہے جس نے ہمیں دینِ اسلام کے ذریعے عزت بخشی، ہمیں شرفِ ایمان سے نوازا اور ہمیں ہدایت نصیب فرمائی۔ اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت سے بہرہ مند نہ ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ کیلئے ہر قسم کی ایسی تعریفات ہیں جو بہت زیادہ پاکیزہ اور بابرکت ہیں اور جو رب تعالیٰ کو پسند اور محبوب ہیں۔

درود وسلام ہوں سیّدنا ومولانا حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ پر جو عطا کردہ رحمت اور نعمت کاملہ ہیں۔ رحمتیں ہوں آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر، آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر اور آپ ﷺ سے عقیدت ومحبت رکھنے والوں پر۔

یہ مختصر سا کتابچہ فضائل اِستقامت اور اس سلسلے میں پیش آنے والی مشکلات اور رکاوٹوں کے متعلق ہے۔ اگرچہ اس کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اس کے باوجود اس موضوع پر مزید گفتگو کرنے، اس کو نئے انداز میں پیش کرنے اور متفرق چیزوں کو یک جا کرنے کی ضرورت باقی ہے۔ درحقیقت اسی چیز نے مجھے ابھارا کہ میں اس موضوع پر گفتگو کروں اور اس سلسلے میں کتاب وسنت میں جو کچھ بیان ہوا ہے اسے پیش کروں۔

اِستقامت کو موضوعِ سخن بنانا کوئی نئی بات نہیں کیونکہ اس کا تذکرہ قرآن

وسنت میں ہو چکا ہے۔ اِستقامت اہل ایمان کے مراتب میں سے ایک مرتبہ اور عابد وزاہد لوگوں کے درجات میں سے ایک درجہ ہے۔ ہر مومن مرد وزن کو چاہیے کہ وہ اس مرتبہ تک پہنچے اور اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ ایمان باللہ کے بعد ایک اضافی مگر نہایت ضروری درجہ ہے۔

ہر مومن اِستقامت اختیار کرنے والا نہیں ہوتا۔ کتنے ہی اہل ایمان ایسے ہیں جو اس وقت تک اپنے دعوائے ایمانی پر ثابت قدم نہیں ہو سکتے جب تک وہ اپنے ایمان پر ثابت قدم، اپنے دعوی میں سچے اور ان اہل اِستقامت میں نہیں ہو جاتے جن کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں توصیف کی ہے اور جن کے منہج اور طریقے پر چلنے کی رسول اللہ ﷺ نے ترغیب دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 'اِستقامت' ایمان سے اگلا درجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾[1] ''جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ڈٹ گئے'' اس بات کی دلیل ہے کہ اہل ایمان کا ایک اور مقام ومرتبہ بھی ہے اور وہ ہے اس ایمان پر اِستقامت اختیار کرنا، جس کی بے حد اہمیت ہے۔

اسی طرح صحیح حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ مجھے اسلام کے متعلق کوئی ایسی بات بتائیں کہ آپ ﷺ کے بعد مجھے کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہو آپ ﷺ نے فرمایا: ''قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ.''[2]

''اللہ پر ایمان لانے کا اقرار کر پھر اس پر ثابت قدم ہو جا۔''

اس موضوع پر ہماری گفتگو کا انداز یہی ہوگا۔ اس کتابچہ میں ہم اِستقامت کی

---

[1] حم السجدہ ٤١/٣٠ [2] مسلم.

چند تعریفات اور اس کے مختلف معانی کا بھی ذکر کریں گے پھر اس کے بعد دین الٰہی پر اِستقامت اختیار کرنے کے فضائل اور اس سلسلے میں پیش آنے والی چند ایک رکاوٹوں کا ذکر کرکے اس گفتگو کو اختتام تک پہنچائیں گے۔

میں اپنے معزز قارئین کو آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اس کتابچہ کی تالیف میں، میں نے احادیث وآثار واقوال کی تخریج جیسے علمی انداز کا اہتمام نہیں کیا کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کے کتابچوں میں ان چیزوں کو مدِ نظر نہیں رکھا جاتا۔[1]

مسند القحطانی

مبلّغ منجانب/وزارتِ اوقاف واسلامی

امور دعوت واصلاح (مشرقی سیکٹر)

---

[1] مؤلف کی مراد مفصل تخریج وتحقیق ہے جو کہ بڑی کتابوں اور ڈاکٹریٹ کے رسالوں میں اختیار کی جاتی ہے۔ مدنی

# استقامت

## استقامت کا معنیٰ ومفہوم:

اِستقامت سے مراد ہے اسلام کو عقیدہ ،عمل اور منہج قرار دے کر مضبوطی سے تھام لینا۔ اِستقامت کا مادہ ''قوم'' ہے اور''سین'' اور ''تا'' مضبوطی اور طریق بندگی سے گریز نہ کرنے میں مبالغہ کی حد تک چلے جانے پر دلالت کیلئے ہیں۔

عصرِ حاضر میں اِستقامت فی الدّین کی تعبیر کیلئے ایک اصطلاح ''التزام'' بھی مشہور ہو چکی ہے۔''التزام'' سے مراد کسی چیز کو لازم پکڑنا اور اس پر دوام اختیار کرنا۔کوئی بھی اصطلاح جب مشہور ہو جائے تو پھر اس میں بحث واعتراض کی گنجائش نہیں رہتی لیکن اس کو التزام کی بجائے استقامت سے تعبیر کرنا افضل ہے کیونکہ یہ شرعی اصطلاح ہے اور قرآن وحدیث میں بھی استعمال ہوئی ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے:''سأل سفیان بن عبداللّٰه النبی ﷺ فقال: یارسول اللّٰه: قل لی فی الاسلام قولا لاأسئل عنه أحدا غیرك؟ قال رسول اللّٰه ﷺ ''قل اٰمنت باللّٰه ثم استقم.''[1] ''سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سوال کیا کہ مجھے اسلام کے متعلق کوئی ایسی بات بتائیں کہ آپ کے بعد مجھے کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا''اللہ پر ایمان لانے

---

[1] مسلم.

کا اقرار کر پھر اس پر ثابت قدم ہو جا۔''

اسی طرح آپ ﷺ نے ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

''استقیموا ونعما ان استقمتم''[1]

''استقامت اختیار کرو اگر تم یہ کر لو تو بہت اچھا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا''استقم ولتحسن خلقک للناس.''[2]

''استقامت اپنا اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آ۔''

اسی طرح اللہ تبارک وتعالی نے اپنے نبی ﷺ اور آپ کے متبعین کو بھی استقامت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾[3]

''سو آپ جمے رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ توبہ کر چکے ہیں۔ خبردار! تم حد سے نہ بڑھنا اللہ تمھارے تمام اعمال کو دیکھنے والا ہے۔''

ان تعریفات کی روشنی میں ہم استقامت کا مفہوم واضح کریں گے پھر اس کے بعد دین الٰہی پر استقامت کے عمومی معنٰی کی وضاحت کریں گے۔ ان شاء اللہ!

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، قرآن مجید کے اس ارشاد ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾[3] ''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ڈٹ گئے'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ استقامت اختیار کرنے اور

---

① ابن ماجه؛صحيح الجامع : ٩٥٣. ② حاكم ؛ ابن حبان؛ صحيح الجامع :٩٥١.

② هود ١١:١١٢. ③ حم السجدة٤١:٣٠.

ڈٹ جانے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو اللہ کا شریک قرار نہ دیا یعنی توحید پر ڈٹ گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ استقامت کا مطلب ہے احکامات اور منہیات پر ثابت قدم رہنا اور لومڑی کی طرح مکر وفریب سے کام نہ لینا یعنی اوامر کے بجالانے اور نواہی کے ترک پر استمرار بجالانا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے استقامت کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''اِسْتَقَامُوا'' کا مطلب ہے ''أَدُّوا الْفَرَائِضَ'' یعنی پھر اپنے فرائض پر عمل پیرا ہو گئے۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ استقامت سے مراد ہے اللہ کے حکم پر ثابت قدم رہنا یعنی اس کی فرماں برداری کرنا اور اس کی معصیت سے بچنا۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت پر ڈٹے رہنے اور اس سے دائیں بائیں نہ ہونے کو استقامت کہتے ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ ریاض الصالحین میں بیان کرتے ہیں کہ استقامت اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت کو لازم پکڑنے کا نام ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے مدارج السالکین میں چند مذکورہ اقوال کے علاوہ بھی کچھ اقوال کا ذکر کیا ہے اور ان کے بعد فرمایا ہے کہ ''استقامت'' ایک جامع کلمہ ہے جس میں مجموعہ ہائے دین شامل ہے۔ یہ ایفائے عہد کرتے ہوئے اللہ کے حضور حاضری کا نام ہے اور اس کا تعلق بندے کے اقوال، افعال، احوال اور نیتوں کے ساتھ ہے۔

اس طرح امام (ابن القیم رحمہ اللہ) نے استقامت کے متعلق تمام اقوال میں تطبیق دے دی ہے۔ تو استقامت ایک ایسا جامع کلمہ ہوا جو کہ توحید اور اوامر و نواہی پر استقامت، اسی طرح فرائض کی ادائیگی، اللہ تعالیٰ سے محبت، اس کی

اطاعت وفرماں برداری کو لازم پکڑنے، معصیت کو چھوڑ دینے اور واقعۃً بندگی اختیار کرنے کا نام ہے۔

ابن رجب رحمہ اللہ شرح اربعین نووی میں لکھتے ہیں ''استقامت'' دائیں بائیں ہوئے بغیر، صراط مستقیم پر چلنے کا نام ہے اور اس میں تمام ظاہری و باطنی طاعات کی انجام دہی اور ہر قسم کی منہیات کا ترک شامل ہے اس طرح یہ وصیت، دینِ اسلام کی تمام خصلتوں پر محیط ہے۔[1]

شیخ ناصر السعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ درحقیقت ''استقامت'' اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو لازم پکڑنے اور اس پر دوام اختیار کرنے کا نام ہے۔[2]

یہ بات ہمارے سامنے اس چیز کو بالکل واضح کر دیتی ہے کہ استقامت ہی اللہ کا وہ دین ہے جسے اپنانے کا اس نے حکم دیا ہے اور یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ ہے۔ اسی لیے میں یہاں اس بات سے بھی آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ آج ہم جو یہ خیال کرتے ہیں کہ استقامت اختیار کرنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو دین کو لازم پکڑے، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ اس استقامت کی ایک طبعی صورت ہے ورنہ حقیقت میں ہر مسلمان ہی اللہ تعالیٰ کے اوامر پر ثابت قدم رہنے والا اور اس کی اطاعت کو لازم پکڑنے والا ہو اور ایسا انسان ہی ایک نارمل (Normal) انسان ہوتا ہے۔

جو شخص استقامت اختیار کرے وہ واجبات ادا کرتا ہے، محرمات کو چھوڑتا ہے، اللہ کی اطاعت پر کاربند رہتا ہے، واجبات اور فرائض کی ادائیگی کا التزام کرتا ہے اور اللہ کی بندگی اور محبت کا حق ادا کر دیتا ہے۔ ایسا شخص ہی حقیقت میں صحیح مسلمان

---

[1] شرح اربعین نَوَوِی، حدیث ۲۱. [2] ملحق التفسیر.

ہوتا ہے اور اصل میں ہر مسلمان ہی ایسا ہونا چاہیے۔

لیکن بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ آج ہم دین پر استقامت اختیار کرنے والے شخص کے متعلق یہ خیال کرتے ہیں کہ گویا اس نے یہ سب نفلی اور اضافی طور پر اپنایا ہے اور ان چیزوں کو ثانوی حیثیت دیتے ہیں۔ ہم ان معاملات میں کوتاہی کرنے والے اور محرّمات، منکَرات اور معاصی کا ارتکاب کرنے والے کو بھی ایک عام (Normal) انسان گردانتے ہیں۔ نہیں، اللہ کی قسم وہ ایک نارمل شخص نہیں بلکہ وہ تو خود کو برباد کر لینے والا، کوتاہ اور ناکام شخص ہے۔ اس کو ایک نارمل شخص قرار نہیں دیا جا سکتا۔

❀ اصل میں دین، استقامت ہی کا دوسرا نام ہے، جو شخص استقامت اختیار نہیں کرتا اور اللہ کے دین کو لازم نہیں پکڑتا وہ تغیر وتبدل کرتا ہے اور ایسا شخص قطعاً ایک نارمل انسان کہلانے کا مستحق نہیں ٹھہرتا۔

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو استقامت سے تعبیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ o لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ﴾

”یہ تو تمام جہانوں کیلئے نصیحت ہے (بالخصوص) اس کیلئے جو سیدھی راہ پر چلنا چاہے۔“[1]

”سیدھی راہ پر چلنا چاہے“ کا مطلب ہے جو شخص ایمان لانا چاہے۔ تو اس جگہ اللہ نے اسلام اور ایمان کو استقامت سے تعبیر کیا ہے۔

❀ اسی طرح استقامت نبی ﷺ کی سیرت اور عمل کا نام بھی ہے۔ اور یہ تو ایک معلوم شدہ حقیقت ہے کہ جو کوئی بھی نبی ﷺ کے طریقے اور عمل کا مخالف ہوا سے

---

[1] التکویر ۸۱: ۲۷۔۲۸۔

ایک بہت بڑا خطرہ لاحق ہے۔ کیوں کہ بہترین طریقہ وعمل تو ہمارے نبی ﷺ کا طریقہ وعمل ہے۔اور بدترین امور بدعات کاارتکاب کرنا ہے کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔سو جو شخص بھی نبی ﷺ کے طریقے اور ہدایت کی مخالفت کرے اسے ایک بہت بڑے خطرے کا سامنا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ کا بابرکت طریقہ قبولیت عمل کیلئے بھی ضروری ہے۔ کیونکہ کسی مسلمان کے عمل کی قبولیت کی دو بنیادی شرطیں ہیں:

① اخلاص ② نبی ﷺ کے طریقے کی موافقت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو۔ کہ وہ راہیں تمھیں اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی۔اس کا تمھیں اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔''[1]

اس سے ثابت ہوا کہ استقامت ہی اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے اور جو اس راستے سے الگ ہو جائے وہ دوسرے راستوں میں ہی بھٹکتا رہتا ہے اور اسے اس بات کا شدید خطرہ رہتا ہے کہ وہ اللہ کے راستے اور صراطِ مستقیم کو چھوڑ بیٹھے۔ اور ہلاکت و گمراہی کا شکار ہو جائے۔

❀ اللہ نے استقامت کا حکم اپنے نبی ﷺ کو بھی دیا ہے اور یہ تو طے شدہ بات ہے کہ اس حکم میں نبی ﷺ کے ساتھ آپ کی امت بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا

---

① الانعام ٦:١٥٣۔

ارشاد گرامی ہے:

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾

''پس آپ جمے رہیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ توبہ کر چکے ہیں، خبردار تم حد سے نہ بڑھنا، اللہ تعالیٰ تمھارے تمام اعمال کو دیکھنے والا ہے۔''[1]

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ویسی ہی استقامت اختیار کریں جیسی استقامت کا انہیں حکم دیا گیا ہے اور اس سے دائیں بائیں نہ ہٹیں اور نہ ہی اللہ کی شریعت سے تجاوز کریں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں: ''ما نزلت علی رسول اللهﷺ آية هي أشد عليه من هذه الآية، ولذلك قال: شيّبتني هود وأخواتها.'' ''اللہ کے رسول ﷺ پر سختی میں اس آیت سے بڑھ کر کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ہود اور اس جیسی دیگر سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔''[2]

……❀……

[1] هود ١١: ١١٢. [2] تفسير البغوي، تفسير القرطبي، صحيح الجامع: ٣٧٢٠.

## ضروری تنبیہات

① جس استقامت کا اللہ نے حکم دیا ہے اس سے مراد ظاہری اور باطنی استقامت ہے:

ہر اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ ظاہری و باطنی طور پر ثابت قدم رہنے کی کوشش کرے۔ ہماری سوچ یہ نہیں ہونی چاہیے کہ ہم بس ظاہری طور پر ثابت قدم رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نمازوں کی باجماعت ادائیگی، روزے، حج، زکوٰۃ اور دیگر ظاہری اعمال کا حکم دیا ہے تو اس کے ساتھ یہ حکم بھی دیا ہے کہ اہل ایمان اللہ کی شریعت کا التزام کریں اور اپنے اقوال، افعال اور دیگر تمام ظاہری اعمال میں اللہ کی منع کردہ چیزوں سے باز رہیں۔

اسی طرح باطنی امور میں بھی اللہ کی شریعت پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ ہم صرف لوگوں کے سامنے ثابت قدمی اور اللہ کے دین پر پختگی ظاہر کریں بلکہ باطن یعنی دل کی اصلاح کا اہتمام کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو دلوں کو دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ○ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾ [1]

”جس دن مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی۔ لیکن فائدے والا وہی ہوگا

---

① الشعراء ٢٦: ٨٨، ٨٩.

جو اللہ تعالیٰ کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے گا۔“

نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”ان اللّٰہ لاینظر الی صورکم و اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم.“ ”اللہ تمھارے چہروں اور مال و دولت کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمھارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔“[1]

بعض علماء جیسا کہ امام ابن قیم رحمہ اللہ وغیرہ کا قول ہے کہ ظاہر اور باطن کے مابین تلازم ہے اور ان میں سے کسی ایک کا نقص دوسرے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ چنانچہ ظاہری اعمال میں نقص اصل میں دل کے اندر پائی جانے والی ایمانی کیفیت میں نقص کو ظاہر کرتا ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے جو اپنے چہروں کو تو اس لیے صاف کرتے اور خوبصورت بناتے ہیں کہ ان پر لوگوں کی نظر پڑتی ہے اور لوگ کہیں ان کے کسی عیب سے آگاہ نہ ہو جائیں۔ لیکن اپنے دل کی کوئی پروا نہیں کرتے کہ جس پر خالق کی (خاص) نظر رہتی ہے؟

طوفی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ استقامت ہر حکم کو بجالانے اور ہر ممنوع چیز کو چھوڑ دینے کا نام ہے اور ایمان، اسلام اور احسان سے متعلق تمام قلبی اور بدنی اعمال اس میں داخل ہیں۔[1]

ابن رجب رحمہ اللہ (اربعین نووی حدیث نمبر ۲۱ کی شرح میں) بیان کرتے ہیں کہ ”اصل استقامت تو دل کا توحید پر استقامت اختیار کرنا ہے۔ جب دل اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کے ڈر اور خوف، اس کے جلال، اس کی محبت و ارادت، امید و رجا، اس کی پکار اور اس پر توکل و اعتماد پر مضبوطی سے کاربند ہو جائے اور اس

---

① مسلم. ② شرح الأربعين، حديث ٢١.

کے سوا ہر چیز سے منہ موڑ لے تو باقی اعضا خود بہ خود اس کی فرماں برداری میں آ جاتے ہیں۔ کیونکہ دل اعضا کا سردار اور بادشاہ ہے اور اعضا اس کا لشکر ہیں۔ دل کی استقامت کے بعد اعضا میں سب سے زیادہ اہمیت زبان کی استقامت کی ہے۔ کیونکہ وہ دل کی ترجمان ہوتی ہے۔ اسی بنا پر نبی ﷺ نے استقامت کا حکم دیا تو اس کے بعد زبان کی حفاظت کرنے کی نصیحت فرمائی۔

جیسا کہ مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

**"لا یستقیم ایمان عبد حتی یستقیم قلبه و لا یستقیم قلبه حتی یستقیم لسانه."**

"بندے کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا دل درست نہ ہو اور اس کا دل درست نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی زبان درست نہ ہو۔"[1]

ان توضیحات سے ہمیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ جس استقامت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس سے ظاہر و باطن دونوں کی استقامت مراد ہے۔ اسی استقامت کا دوسرا نام دین اسلام ہے جو دل اور اعضا کی اصلاح کے لیے آیا ہے۔

## ② مطلوبہ استقامت کا تعلق خالق و مخلوق دونوں کے ساتھ ہے:

بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ اپنے اور اللہ کے مابین معاملات میں تو ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہیں یعنی ان کی عبادت صحیح ہوتی ہے اور وہ اس کی پابندی بھی کرتے ہیں لیکن لوگوں کے ساتھ ان کے معاملات میں اس قدر گڑبڑ ہوتی ہے کہ اللہ کی پناہ۔ حتی کہ اس کی وجہ سے ان کی عبادات تک کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ

---

① مسند احمد.

ہونے لگتا ہے۔ حالانکہ دین اسلام میں معاملات کو جتنی اہمیت حاصل ہے وہ ہم میں سے کسی سے مخفی نہیں۔

جس استقامت کی بات ہم کر رہے ہیں اس میں حق تعالیٰ جل شانہ کی توحید اور صحیح طریقے کے مطابق عبادت کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ مخلوق سے متعلقہ معاملات میں استقامت دکھانا بھی شامل ہے۔ یعنی ہم لوگوں کے ساتھ اپنے معاملات کو درست کریں تاکہ ہم اپنی زندگی میں اخلاقاً اور منہجاً دونوں طرح سے دین اسلام کی پیروی کرنے والے بن جائیں۔

اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت معاذ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما کو یہ نصیحت کی تھی کہ

> ''اتق اللہ حیثما کنت، واتبع السیئة الحسنة تمحها، وخالق الناس بخلق حسن'' ''جہاں بھی رہو اللہ سے ڈرتے رہو۔ برائی (سرزد ہوجانے) کے بعد نیکی کرو، وہ اس برائی کو مٹا دے گی۔ اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ۔''[1]

اس حدیث میں پہلی دو باتوں کا تعلق ہمارے اور اللہ کے مابین معاملات سے ہے اور تیسری بات ہمارے اور لوگوں کے مابین معاملات سے متعلق ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ استقامت جو دین اسلام ہی کا دوسرا نام ہے اس کا تعلق اللہ کے ساتھ بھی ہے اور لوگوں کے ساتھ بھی۔

ایک عورت جو نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں فوت ہوگئی تھی، اس کے متعلق جب آپ ﷺ کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ فلاں عورت جو فوت ہوئی ہے وہ دن کو روزہ رکھتی، رات کو قیام کرتی اور صدقہ وخیرات کیا کرتی تھی لیکن اپنے ہمسایوں کو

---

[1] احمد؛ ترمذی، صحیح الجامع:۹۶۔

ایذا پہنچاتی تھی تو آپ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا کہ ”لا خیر فیها هي في النار“ ”اس عورت میں خیر کا کوئی پہلو نہیں، وہ جہنم میں جائے گی۔“[1]

اللہ معاف فرمائے، اس کے جہنم میں جانے کی وجہ کیا ہے؟ کہ وہ اپنے ہمسائیوں کو تکلیف دیتی تھی اس کی عبادت میں استقامت پائی جاتی تھی لیکن اس کے معاملات میں استقامت نہ تھی (اللہ ہمیں اس رسوائی سے اپنی پناہ میں رکھے)۔

اسی طرح بعض لوگوں کی عبادت میں گڑ بڑ ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سب سے اہم چیز لوگوں کے ساتھ عمدہ اخلاق سے پیش آنا ہے۔ لیکن وہ اخلاق تو بدترین ہے جس میں اللہ کے ساتھ برا سلوک برتا جائے؟ کسی انسان کے متعلق یہ تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ لوگوں کے ساتھ تو اس کا اخلاق اچھا ہو اور اللہ تعالیٰ جو اس کا رب، خالق، رازق، مصوّر اور معبود حقیقی ہے اس کے ساتھ وہ برا اخلاق اپنائے۔ کہ نہ تو اس کا شکر ادا کرے، نہ اس کی عبادت کرے، نہ اس کے احکام پر عمل پیرا ہو اور نہ اس کے نواہی سے اجتناب کرے، یہ تو انتہائی نامعقول بات ہے اور ایک مومن جو اللہ کے ہاں سے اچھی امید لگائے ہوئے ہے اس سے تو اس کا ظہور محال ہے۔

اللہ محفوظ رکھے، یہ تو دور جاہلیت کے ان کافروں کا سا اخلاق ہے جو خودداری، سخاوت، بہادری، ضرورت مندوں کی امداد اور اس طرح کے دیگر اعمال حسنہ تو کرتے تھے لیکن ان اعمال سے ان کا مقصود اللہ کی رضا نہ تھا بلکہ وہ لوگوں میں مقبولیت اور شہرت حاصل کرنے کے لیے یہ سب کچھ کیا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے انہیں ان اعمال کا کوئی اخروی فائدہ نہ پہنچا۔ اللہ نے انہیں اس دنیا میں تو شہرت اور مقبولیت

---

[1] احمد؛ ابن حبان؛ السلسلة الصحيحة: ۱۹۰.

عطا کردی کیونکہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا مگر آخرت میں ان کے لیے خیر و بھلائی سے کچھ بھی نہیں۔

③ استقامت راہ راست پر رہنے اور میانہ روی اختیار کرنے کا نام ہے:

اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون"[1]

"ہر بنی آدم خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرلیں۔"

استقامت کے بارے میں بات کرتے ہوئے ہم چاہتے ہیں کہ جس قدر ہو سکے استقامت کے درجات کمال کے متعلق بھی گفتگو کرتے چلیں۔ بعض اوقات انسان کوشش کرتا ہے تو مکمل نہیں تو کچھ نہ کچھ استقامت ضرور بروئے کار لے آتا ہے۔ اگر وہ اپنی کوشش جاری رکھے تو جتنی استقامت وہ دکھاتا جاتا ہے اتنی ہی فضیلت اسے حاصل ہوتی جاتی ہے۔ پھر جیسے جیسے اس کی استقامت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے ویسے ہی وہ ان فضائل کو بھی حاصل کرتا جاتا ہے جن کا ہم آگے چل کر ذکر کریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فاستقیموا الیه واستغفروه ......﴾[2]

"سوتم اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس سے گناہوں کی معافی مانگو......"

یہاں اللہ تعالیٰ نے استقامت کے ساتھ استغفار کا حکم بھی دیا ہے کیونکہ اسے علم ہے کہ بندہ استقامت دکھانے کی جتنی بھی خواہش کرے اس سے کسی حکم کی بجا آوری یا کسی ممنوع کام کے ترک کرنے میں کوئی نہ کوئی کوتاہی ضرور ہو جائے گی۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "استقیموا ولن تحصوا"[3]

---

① احمد؛ ترمذی، صحیح الجامع:٤٥١٥. ② حم السجدہ ٤١ :٦. ③ احمد، حاکم، صحیح الجامع:٩٥٢.

"(مقدور بھر) استقامت اختیار کرو تم اس پر مکمل طور پر عمل پیرا ہرگز نہیں ہو سکو گے۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"سددوا وقاربوا وبشروا ......"

"راہ راست پر رہو، میانہ روی اپناؤ اور خوش رکھو......۔"[1]

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اشهد عند الله لا يموت عبد يشهد ان لا اله الا الله وا نی رسول الله صدقا من قلبه ثم يسدد الاسلک في الجنة." "میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ بندہ جنت میں داخل ہوگا جو صدق دل سے گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور پھر اس کے بعد راہ راست پر رہے۔"[2]

انسان کو چاہیے کہ وہ نیک عقیدہ و عمل کی کوشش میں برابر لگا رہے۔ سیدھے راستے پر چلے، میانہ روی اختیار کرے، اللہ سے مدد اور حقانیت کا سوال کرے، اپنی طرف سے بھرپور جدوجہد کرے اور خوش خبری دے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا﴾

"اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے۔"[3]

چنانچہ جو بندہ بھی اللہ کی طرف متوجہ ہو، اس سلسلے میں کوشش کرے اور وہ اپنی کوشش میں مخلص ہو، اللہ نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اسے ہر قسم کی نیکی کی توفیق دے گا، اسے ہدایت سے نوازے گا اور اس کی مدد فرمائے گا اور یہ کہ جس

---

[1] متفق علیه. [2] احمد ٤ / ١٦؛ ابن حبان/١ ٤٤٤. [3] العنكبوت :٦٩.

نے اللہ کے ساتھ اپنے کیے ہوئے وعدے کو پورا کیا تو اللہ بھی اس سے کیے گئے وعدے کو پورا کرے گا۔

❀

# فضائل استقامت

ان فضائل کو ذکر کرنے سے پہلے ــــ سچی بات تو یہ ہے کہ میرا مقصد تو بس ان فضائل کو جمع کرنا اور تحریر کرنا ہے۔ میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ انہیں نفع بخش بنا دے اور میں اللہ سے توفیق اور راست روی کا سوال کرتا ہوں ــــ میں چاہتا ہوں کہ اس بات سے آگاہ کردوں کہ جس استقامت کا گذشتہ صفحات میں ذکر کیا ہے وہ اہل ایمان کے بہت سے درجوں میں سے ایک درجہ ہے۔ ہم یہ بھی ذکر کر چکے ہیں کہ یہی اللہ کا دین اور محمد عربی ﷺ کی سیرت ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ دنیا میں اور آخرت میں اس کے فضائل بھی ہیں اور یہ اللہ کی رحمت اور اس کا بڑا فضل اور احسان ہے کہ اس نے جو بھی حکم دیا ہے یا جس کام کو بھی واجب قرار دیا ہے، اس پر دنیا و آخرت میں فضیلت بھی عطا کی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ انسان جلد بازی کا شوقین ہے۔ اس کے علاوہ یہ چیز ثابت قدمی اور اطمینان کا باعث بھی ہے۔

① نہ انہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ غم زدہ ہوں گے:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ﴾[1]

---

① الاحقاف ٤٦: ١٣، ١٤.

''بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمے رہے تو ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ تو اہل جنت ہیں جو سدا اسی میں رہیں گے۔ ان اعمال کے بدلے میں جو وہ کیا کرتے تھے۔''

یہ اس اللہ کی طرف سے جو وعدہ خلافی نہیں کرتا، اہل استقامت کے لیے ایک عمدہ وعدہ اور بہت بڑی بشارت ہے۔ علماء بیان کرتے ہیں کہ ''نہ انہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' کا مطلب یہ ہے کہ نہ دنیا میں انہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ آخرت میں کوئی غم۔

اس سے معلوم ہوا کہ حوادث روزگار اور اخروی ہولناکیوں میں سب سے زیادہ امن و امان ،، اطمینان اور سلامتی اللہ کے دین پر استقامت اختیار کرنے والے کو حاصل ہوتی ہے۔

دنیا میں دیگر لوگ خوف زدہ ہوتے ہیں، الجھنوں کا شکار ہوتے ہیں، گھبراہٹ سے دو چار ہوتے ہیں لیکن استقامت دکھانے والا ان سب چیزوں سے محفوظ و مامون رہتا ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کے دین پر ثابت قدم ہوتا ہے۔ اس کے دل میں اللہ کی محبت اس کی عظمت اور اس کے متعلق حسن ظن، اس پر توکّل و اعتماد، اس کے وعدے پر یقین اور آخرت سے تعلق جیسی چیزیں گویا کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہیں۔ اسے علم ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے نیک بندوں کے لیے کتنا کچھ تیار کر رکھا ہے۔ اسی وجہ سے اسے وہ چیزیں خوف زدہ نہیں کرتیں جن سے باقی لوگ خوف زدہ رہتے ہیں۔ جیسا کہ بیماری، فقر و فاقہ، دشمنی، رنج وغم یا دنیا کی اور کوئی بھی چیز۔

اسی طرح آخرت میں بھی اللہ اس کے خوف کو امن میں بدل دے گا اور اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشے گا۔ قیامت کی ہولناکیاں جن سے لوگ ڈر رہے ہوں

گے اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائیں گی اور وہ ان سے محفوظ رہے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾

''وہ بڑی گھبراہٹ (بھی) انہیں غمگین نہ کر سکے گی اور فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے، کہ یہی تمھارا وہ دن ہے جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو۔''[1]

یہ اس اللہ کا وعدہ ہے جو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ یہ اس رحمٰن و رحیم کی طرف سے ایمان پر ثابت قدم رہنے والوں کے لیے بہت بڑا فضل اور خیر کثیر ہے۔ جس کی فراخی کا کوئی اندازہ ہی نہیں۔

### ② اصحاب جنت:

گزشتہ آیت میں جو یہ مذکور ہوا ہے کہ: ﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ''یہ تو اہل جنت ہیں جو سدا اسی میں رہیں گے ان اعمال کے بدلے میں جو وہ کیا کرتے تھے۔''[2]

یہ بھی اصحاب استقامت کی ایک فضیلت ہے۔ یہ اللہ کا وہ وعدہ ہے جس کی اس نے ان اہل استقامت حضرات کے ساتھ خلاف ورزی نہیں کرنی، جنھوں نے اللہ کے رب ہونے کا اقرار کیا اور پھر اس پر مضبوطی سے کاربند رہے۔ اسی بنا پر وہ جنت کے مستحق قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا﴾[3]

---

① الانبیاء ۲۱: ۱۰۳۔ ② الاحقاف ۴۶: ۱۴۔ ③ مریم ۱۹: ۶۳۔

”یہی وہ جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو بنائیں گے جو پرہیز گار رہے۔“

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ. الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خٰشِعُونَ. وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ.....﴾

”یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی، جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں، جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں، جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں۔ جو اس کے سوا کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں، جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں، جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرنے والے ہیں، یہی وارث ہیں، جو فردوس کے وارث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔“[1]

حاصل کلام یہ کہ مومن لوگ وہ ہیں جو ان صفات سے متصف ہوں اور وہی اہل استقامت ہیں۔

امام عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس قدر استقامت زیادہ ہوگی اتنا ہی بندے کیلئے جنت میں داخلہ آسان ہوگا۔[2]

اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے:

”ان الاسلام بدأ غريباً وسيعود غريباً كما بدأ، فطوبىٰ للغرباء.“[3]

”اسلام کی ابتدا ایک اجنبی کی حیثیت سے ہوئی اور جلد ہی یہ اپنے آغاز

---

① المؤمنون ۲۳: ۱۔۱۱۔ ② شرح کتاب التوحید، ص ۳۱۔ ③ مسلم

کی طرح (پھر سے) نامانوس ہو جائے گا، سو غرباء کے لیے خوش خبری ہے۔"

اس حدیث کے بعض دیگر طرق جنہیں امام احمد رحمہ اللہ اور اصحاب سنن نے بیان کیا ہے، ان میں ہے کہ "قيل يا رسول الله! من هم الغرباء؟ قال الذين يصلحون اذا فسد الناس، وفي لفظ! الذين يصلحون ما أفسد الناس من سنتي" وفي لفظ آخر: "هم النزاع من القبائل" وفي لفظ آخر "هم اناس صالحون قليل في أناس سوء كثير."" آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! غرباء سے مراد کون لوگ ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ لوگ مراد ہیں کہ جب دیگر لوگ فساد پھیلائیں تو وہ اصلاح کرتے ہیں۔" ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ "ان سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جب اور لوگ میری سنت کو بگاڑیں تو وہ اصلاح کریں" اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ "کچھ قبائل کے پردیسی لوگ مراد ہیں" ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ "وہ بہت سے برے لوگوں میں رہنے والے چند نیک لوگ ہیں۔"[1]

شیخ ابن باز رحمہ اللہ (اللہ ان کے درجات بلند فرمائے) فرماتے ہیں:

"غرباء سے مقصود اہل استقامت ہیں' جنت اور سعادت ان لوگوں کا مقدر ہے جو لوگوں کے فساد کے وقت اصلاح کرتے ہیں، جب حالات متغیر ہو جائیں معاملات خلط ملط ہو جائیں، اہل خیر بہت کم باقی رہ جائیں تو وہ لوگ پھر بھی حق اور اللہ کے دین پر مضبوطی سے قائم رہیں، اللہ کی توحید کا اقرار کریں، اپنی عبادت کو خالص رکھیں اور نماز، زکوۃ، روزہ، حج اور تمام دینی امور میں استقامت دکھائیں تو وہ لوگ غرباء ہیں۔"[2]

---

[1] احمد؛ اهل السنن. [2] فتاوىٰ نور على الدرب ١/١٤.

جنت تک لے جانے والے اسباب میں سب سے بڑا سبب استقامت ہے کیونکہ اہل استقامت اپنے دین و ایمان پر کار بند اور اپنے رب کی فرماں برداری پر جمے رہتے ہیں، توحید کو واقعتاً اپناتے اور اطاعت وعبادت کو لازم پکڑتے ہیں۔ امرونہی اور استقامت میں شامل دیگر تمام امور جن کا ہم نے گزشتہ صفحات میں ذکر کیا ہے ان کا التزام کرتے ہیں۔

③ دنیا وآخرت میں ان کیلئے بشارت ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ. نَحْنُ أَوْلِيَآؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَاتَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَاتَدَّعُونَ﴾

”(واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیے گئے ہو۔ تمھاری دنیوی زندگی میں بھی ہم تمھارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے، جس چیز کو تمھارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو تمھارے لیے (جنت میں موجود) ہے۔“[1]

یہ اللہ کی طرف سے بشارت، عزت وتوقیر، حفاظت، ولایت اور شفاعت کا وعدہ ہے۔ سبحان اللہ! یہ کس قدر عظیم فضائل ہیں۔ یہ کن لوگوں کیلئے ہیں؟ فرمایا:

---

① حم السجدة ٤١ :٣٠، ٣١.

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا﴾ ان کے لیے ''جنہوں نے اللہ کے رب ہونے کا اقرار کیا پھر اس عقیدۂ توحید پر استقامت دکھائی۔''

اور ان کی جزا کیا ہو گی؟ ''تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ.'' ''ان پر فرشتے اتریں گے۔''

اور کیا کہیں گے؟ ''أَنْ لَّاتَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا'' ''تم خوف کھاؤ نہ غم کرو'' یعنی ماضی کے بارے میں پچھتاوے کی اور آئندہ کے لیے غم کھانے کی ضرورت نہیں۔

''وَأَبْشِرُوا'' ''اور خوش ہو جاؤ'' یعنی اپنے رب کے کیے گئے وعدے سے۔

موت کے وقت، قبروں سے اٹھائے جانے کے وقت اور حساب کتاب کے وقت ان پر فرشتے اتریں گے۔ اور مفسرین کا قول ہے کہ اس وقت تک ان کے ساتھ رہیں گے جب تک کہ انہیں جنت میں داخل نہ کر دیں۔

بدلہ عمل کے مطابق ہی ملا کرتا ہے (Tit for Tat.) وہ لوگ دنیا میں اللہ کے دین پر ثابت قدم رہے اور اللہ کے احکامات کی حفاظت کی تو آخرت میں اللہ بھی ان کی حفاظت کرے گا اور انہیں ثابت قدم رکھے گا۔

دنیا میں فرشتے انہیں ان کی فرماں برداری، استقامت اور کثرت عبادت سے پہچان لیں گے۔ پھر وہ ان کی حفاظت کریں گے۔ ان کی موت کے وقت اور قبروں سے اٹھائے جانے کے وقت انہیں اپنی ذمہ داری میں لے لیں گے۔ وہ لوگ ان کی معیت میں رہیں گے جس کی وجہ سے انہیں قبر اور صور پھونکے جانے کے وقت کی وحشت کا احساس نہیں ہو گا، وہ قیامت کے دن انہیں اطمینان دلائیں گے اور پل صراط پار کروا کر بحکم الٰہی انہیں جنت کی نعمتوں میں داخل کر دیں گے۔

ان وحشت انگیز اور ہولناک لمحات میں اہل استقامت کو یہ بہت بڑی خوش

خبری مبارک ہو، ایسے لمحات کہ جن میں صرف وہی ثابت قدم رہ سکتا ہے جسے اللہ ثابت قدم رکھے۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے: ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ﴾[1] ''ایمان والوں کو اللہ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔'' پکی بات سے مراد قبر میں توحید و رسالت کی گواہی دینا ہے۔ چنانچہ اس کی وضاحت صحیح بخاری تفسیر سورۂ ابراہیم آیت مذکورہ کے تحت آتی ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾

''یاد رکھو اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (برائیوں سے) پرہیز رکھتے ہیں۔ ان کیلئے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کچھ فرق نہیں ہوا کرتا۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔''[2]

دنیا میں بشارت اس طرح ہے کہ اہل استقامت کو دنیا میں قبول عام حاصل ہو جاتا ہے اور ہر قسم کی بھلائی کی توفیق اور ہر قسم کی برائی سے نجات مل جاتی ہے۔ اور اخروی بشارت کا تعلق موت، قبر اور قبر سے اٹھائے جانے کے وقت سے ہے۔

اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ

---

[1] ابراهيم ١٤: ٢٧۔ [2] يونس ١٠: ٦٢۔٦٤۔

الَّذِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾

''وہ بڑی گھبراہٹ (یعنی صور اسرافیل بھی) انہیں غمگین نہ کر سکے گی اور فرشتے انہیں بڑھ کر ہاتھوں ہاتھ لیں گے کہ یہی تمھارا وہ دن ہے جس کا تم وعدہ دیے جاتے رہے۔''[1]

اور فرمایا:﴿ یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ یَسْعٰی نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ بُشْرٰکُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴾

''(قیامت کے) دن تو دیکھے گا کہ ایمان دار مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا آج تمھیں ان جنتوں کی خوش خبری ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں ہمیشہ کی رہائش ہے۔ یہ ہے بڑی کامیابی۔''[2]

### ④ خوش گوار زندگی اور حقیقی سعادت:

استقامت کی ایک فضیلت یہ ہے کہ اس سے زندگی خوش گوار ہو جاتی ہے اور بندے کو حقیقی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ ھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً وَ لَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾[3]

''جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت لیکن باایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی

---

① الانبیاء ۲۱: ۱۰۳۔ ② الحدید ۵۷: ۱۲۔ ③ النحل ۱۶: ۹۷۔

انہیں ضرور بالضرور دیں گے۔"

یہ اللہ کی طرف سے ایسی خوش گوار زندگی کا وعدہ ہے جس میں دنیاوی زندگی کی تمام خوشیاں شامل ہیں جیسا کہ وسعت رزق، خوش نصیبی، انشراح صدر، قلبی اطمینان، نفسیاتی سکون اور ہر قسم کی پریشانی سے دوری وغیرہ۔

نہ تو ہر مومن صالح عمل کرتا ہے اور نہ ہی ہر عمل عمل صالح ہوتا ہے۔ عمل صالح کرنے والا اور اللہ کے دین پر ثابت قدم رہنے والا مومن وہ ہے جو اعمال کو ان کی شرائط کے مطابق سرانجام دیتا ہے یعنی اخلاص نیت کے ساتھ، نبی ﷺ کے اسوہ مبارکہ کے مطابق۔ تو ایسے بندے کو اللہ کے اس وعدے کی بشارت حاصل ہے کہ وہ اسے دنیا میں خوش گوار زندگی سے نوازے گا اور آخرت میں اسے، اس کے عملوں سے بھی بڑھ کر بدلہ دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَ لَا يَشْقٰى ٥ وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ [1]

"تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے نہ تو وہ بھٹکے گا اور نہ تکلیف میں پڑے گا اور (ہاں) جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی، اور ہم اسے روز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔"

مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ "جو میری ہدایت کی پیروی کرے نہ تو وہ بھٹکے گا اور نہ تکلیف میں پڑے گا" اس آیت میں دنیا اور آخرت دونوں شامل ہیں۔ اور "جو میری یاد سے روگردانی کرے گا" کا مطلب ہے کہ جس نے اللہ کے احکام

[1] طٰہٰ ۲۰: ۱۲۳، ۱۲۴۔

اور ان احکام کی جو اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر اتارے ہیں، مخالفت کرے گا، تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس دنیا میں اس کی معیشت تنگ ہو جاتی ہے، اس کو اطمینان نصیب ہوتا ہے نہ شرح صدر، بلکہ اس کی گمراہی کی وجہ سے اس کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اگر چہ ظاہری طور پر وہ آسودہ حال ہو جیسا چاہے لباس پہنے، جو چاہے کھائے، جہاں چاہے رہے لیکن اس کا دل پریشانی، بے کلی اور شک میں مبتلا رہتا ہے اور یہی معیشت کا تنگ ہو جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ﴾

''جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام بھی کیے ان کے لئے خوش حالی ہے اور بہترین ٹھکانہ۔''[1]

مفسرین رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ دنیا میں ان کیلئے کامل درجے کی راحت، اطمینان و سکون، سعادت، خوشی اور قلبی تسکین ہو گی اور آخرت میں جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اللہ کی رضا اور اس کی طرف سے ملنے والے اعزاز کی صورت میں بہترین انجام ہوگا۔

اس کی مزید وضاحت اللہ کے اس فرمان سے ہوتی ہے کہ: ﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ﴾ ''یقیناً نیک لوگ (جنت کے عیش و آرام اور) نعمتوں میں ہوں گے اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔''[2]

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ نہ سمجھ لینا کہ اس سے مراد بس اخروی نعمتیں یا جہنم ہے بلکہ اس میں دنیا، برزخ اور دارالقرار سب شامل ہیں۔ تو نیک لوگ

---

[1] الرعد ۱۳:۲۹۔ [2] الانفطار ۸۲:۱۳، ۱۴۔

نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں گے اور برے لوگ جہنم کا عذاب چکھیں گے اور حقیقی نعمت تو وہ ہے جو دل سے تعلق رکھتی ہو اور حقیقی عذاب بھی وہ ہے جس کا تعلق دل سے ہو۔

یہی وجہ ہے کہ جب ایک نیک بزرگ سے سوال کیا گیا کہ آپ کی صبح کس انداز میں ہوتی ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ میری صبح ایک ایسی نعمت کے ساتھ ہوتی ہے کہ اگر بادشاہوں اور شہزادوں کو اس کا علم ہو جائے تو تلواریں لے کر ہم پر چڑھ دوڑیں۔

ان کی مراد وہ نعمت تھی جو سعادت، انس ومحبت، راحت وفرحت اور اطمینان و سکون کی صورت میں، اللہ کی اطاعت اور عبادت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

### ⑤ امن وامان اور ہدایت:

استقامت کی ایک فضیلت یہ ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن وامان اور ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَ ھُمْ مُّھْتَدُوْنَ﴾

”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہ کیا انھی لوگوں کیلئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔“[1]

”اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہ کیا“ سے مراد یہ ہے کہ انھوں نے شرک نہ کیا کیوں کہ اس مقام پر نبی ﷺ نے ظلم کو شرک کا ہم معنی قرار دیا ہے اور دلیل میں قرآن مجید کی یہ آیت پیش کی ہے جس میں جناب لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ: ﴿اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾[2] ”یقیناً شرک

① الانعام ۶:۸۲۔ ② لقمان ۳۱:۱۳۔

بہت بڑا ظلم ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے بڑا ظلم شرک کرنا ہے۔''جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہ کیا'' سے مراد اللہ کے دین اور اللہ کی توحید پر استقامت دکھانے والے لوگ ہیں۔ ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں کہ استقامت کا ایک معنی توحید پر مضبوطی سے قائم رہنا بھی ہے۔

اللہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ''ان کے لیے امن ہے'' اس سے مراد جیسا کہ علمانے بیان کیا ہے یہ ہے کہ توحید پر قائم رہنے اور شرک کا سبب بننے والے گناہوں سے دور رہنے کے بقدر، انہیں دنیا اور آخرت میں امن حاصل ہو گا۔ کیوں کہ اطاعت اللہ کا ایسا عظیم ترین قلعہ ہے کہ جو اس میں داخل ہو جائے اسے دنیا و آخرت کی عقوبتوں سے امن مل جاتا ہے، اور جو اس سے نکل جائے تو خوف خطرات اسے ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص اللہ کی اطاعت کرے اس کے خوف و خطرات بھی اس کے حق میں امن سے بدل جاتے ہیں اور جو اللہ کی نافرمانی کرے تو اس کا امن و امان بھی خوف میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جو شخص اللہ سے ڈرے اللہ اسے ہر چیز سے محفوظ کر دیتا ہے اور جسے اللہ کا خوف نہ ہو اسے ہر چیز خوف زدہ رکھتی ہے۔

امن و امان کی نعمت ایک بہت بڑی نعمت ہے جب یہ نعمت مفقود ہو جائے تو اجتماعی، اقتصادی اور علمی زندگی کے تمام تر پہلو اضطراب اور بے کاری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت کو بطور احسان ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ○ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ

﴿مِّنْ خَوْفٍ﴾

"سواس گھر (کعبہ) کے رب کی عبادت کریں۔ جس نے انہیں بھوک میں کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔"[1]

ایک حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"من أصبح منكم آمناً في سربه ، معافى في جسده، عنده قوت يومه فكانما حيزت له الدنيا بحذا فيرها."[2]

"تم میں سے جس کی صبح اس حالت میں ہوئی کہ اس کو قلبی اطمینان حاصل ہے، جسمانی عوارض سے محفوظ ہے اور اس کے پاس اس دن کا آب ودانہ موجود ہے تو گویا اسے دنیا بھر کی نعمتیں حاصل ہوگئیں۔"

"وهم مهتدون." "وہی ہدایت یافتہ ہیں" سے مراد یہ ہے کہ زندگی کے ہر پہلو میں ان کی رہنمائی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ زندگی اور اس کے معاملات ومتعلقات میں سب سے بہتر چیز کی طرف ان کی راہنمائی فرماتا ہے، ان کے اقوال افعال میں انہیں سیدھی راہ پر گامزن رکھتا ہے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں دنیا وآخرت کی خیر وخوبی میں لگا دیتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جب قید وبند کی صعوبتوں سے گزر رہے تھے تو کسی نے ان سے سوال کیا کہ جب آپ ہمیں نہ ملیں تو پھر مسئلہ پوچھنے کیلئے ہم کس کے پاس جائیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ تم عبدالوھاب وراق کے پاس چلے جانا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کا انہیں علم نہیں ہے۔ ان پر امام احمد فرمانے لگے کہ وہ نیک آدمی ہیں اور صحیح بات کی توفیق انھی

---

[1] القريش ١٠٦:٣، ٤. [2] ترمذی.

جیسے لوگوں کو ملا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ ①

”اور جو اللہ پر ایمان لائے تو اللہ اس کے دل کو سیدھی راہ پر لگا دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز کا بخوبی علم رکھنے والا ہے۔“

اس جگہ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے آگاہ کیا ہے کہ ہر وہ شخص جو ایسا ایمان لایا جیسا ایمان لانے کا اسے حکم دیا گیا ہے اور پھر ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے یعنی اس کے لوازم وواجبات کو ادا کرتے ہوئے اپنے ایمان کی تصدیق کی، تو یہ چیز اس کے احوال، اقوال، افعال، اور علم وعمل میں اپنے لیے اللہ کی طرف سے راہنمائی حاصل کرنے کا سب سے بڑا سبب بن جائے گی۔ ②

اسی طرح اللہ نے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾ ③

”اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں جھیلتے ہیں ہم انہیں اپنی راہ ضرور دکھا دیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا ساتھی ہے۔“

اس آیت میں اللہ نے ہر اس شخص سے جو اللہ کے دین، اتباع سنت، علم شریعت کے حصول اور دیگر نیک کاموں میں اپنے نفس سے مقابلہ کرتے ہوئے استقامت کا مظاہرہ کرتا ہے، اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ اللہ اس کو ایسے بہترین راستے پر چلائے گا جو اسے دنیا میں اللہ کی رضا اور آخرت میں جنت کی جانب لے جائے گا، اور یہ حق کو پہچان لینا اس پر عمل کرنا اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دینا ہے۔

اہل استقامت کو امن وامان کے حصول اور دنیا وآخرت میں اللہ کی طرف

---

① التغابن ٦٤:١١. ② تفسیر الطبری. ③ العنکبوت ٢٩:٦٩.

سے ملنے والی ہدایت پر مبارک باد ہو۔

### ⑥ اللہ کی محبت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نیکوکاروں سے محبت کرتا ہے۔''①

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ بہت توبہ کرنے والوں اور بہت پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''②

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾

''بے شک اللہ پرہیزگاروں کو محبوب رکھتا ہے۔''③

دوسری آیت میں ہے: ﴿وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ﴾

''اور اللہ صبر کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''④

ایک اور آیت میں ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾

''بلاشبہ اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''⑤

سورۂ مائدہ میں ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾

''یقیناً عدل والوں کے ساتھ اللہ محبت رکھتا ہے۔''⑥

جب ہم ان تمام اعمال اور صفات پر جن کے کرنے والوں کو اللہ پسند کرتا ہے، غور کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تو سب وہی صفات ہیں جو اہل استقامت میں پائی جاتی ہیں۔

---

① البقرہ ۲: ۹۵. ② البقرہ ۲:۲۲۲. ③ آل عمران ۳:۷۶. ④ آل عمران۳:۱۴۶.

⑤ آل عمران۳:۱۵۹. ⑥ المائدہ ۵: ۴۲.

اہل استقامت اپنی عبادت اور معاملات کو بہ خوبی سرانجام دیتے ہیں، وہی لوگ اللہ سے سب سے زیادہ توبہ کرنے والے اور اپنے ظاہر و باطن کو بہت پاک رکھتے ہیں، اور وہی لوگ ہیں جن کے اندر تقویٰ، اللہ کی اطاعت پر ثابت قدمی، اس کی نافرمانی سے دوری، اور مشقت آمیز اقدار پر ثابت قدمی جیسی صفات سب لوگوں سے بڑھ کر پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ سب سے زیادہ اللہ پر بھروسہ کرنے والے اور اپنے احکام اور معاملات میں عدل وانصاف کے جوئندہ ہیں۔

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ولا يزال عبدي يتقرب الي بالنوافل حتي أحبه......''[1] ''میرا بندہ نوافل کے ذریعے مسلسل میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں'' اور نوافل پر سب سے زیادہ عمل پیرا اہل استقامت ہی ہوتے ہیں۔

ہم اللہ کے لطف وکرم کے واسطے سے یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں میں شمار کرے جن سے وہ محبت کرتا ہے اور وہ لوگ اللہ سے محبت کرتے ہیں، اور یہ کہ وہ دنیا اور آخرت میں ہمیں اس محبت کا پھل عطا فرمائے (آمین)

### ⑦ ولایت اور اللہ کی معیت خاصہ:

استقامت کی ایک فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل استقامت کا دوست بن جاتا ہے اور ان کا دفاع اور حمایت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''یقیناً اللہ اہل ایمان کا دفاع کرتا ہے۔''[2]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے مومن بندوں کے لئے وعدہ اور بشارت ہے۔ چنانچہ ایسے اہل ایمان جو استقامت دکھائیں، اپنی ذمہ داریوں

---

① صحيح البخاري. ② الحج ٢٢: ٣٨.

کی انجام دہی میں کمی اور کوتاہی نہ کریں، منکرات نافرمانیوں، حرام کاموں اور دیگر ایسے امور جو اللہ کی ناراضی کا سبب بنتے ہیں، ان میں سے کسی کے مرتکب نہ ہوں اللہ ان کا دفاع کرتا ہے۔

اللہ اپنے اولیا کی مدد کرتا ہے، اپنے نیک اور ثابت قدم رہنے والے بندوں کا دفاع کرتا ہے، انہیں شر اور آفات سے بچاتا ہے اور ان کے مصائب میں کمی کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے: ﴿اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَهٗ﴾

''کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟''[1] مطلب یہ کہ ضرور کافی ہے۔

یہاں ''بندے'' سے ہر بندہ مراد نہیں بلکہ صرف وہ بندہ مراد ہے جو اللہ کا غلام ہے اور اللہ کے دین پر ثابت قدم رہے۔ ایک حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''من عادی لی ولیاً فقد آذنته بالحرب.''[2]

''جس نے میرے دوست سے عداوت رکھی میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔''

اللہ اپنے دوستوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ○الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ﴾[3]

''آگاہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم زدہ ہوں گے۔ (اللہ کے دوست وہ ہیں) جو ایمان لائے اور (اللہ سے) ڈرتے رہے۔''

چنانچہ مومن متقی اللہ کا دوست ہے، اور ایسے شخص کیلئے اللہ کی طرف سے بشارت ہے کہ اللہ اس کا دفاع اور بچاؤ کرتا ہے اور اس کے دشمنوں کے مقابلے

---

① الزمر ۳۹:۳۶۔ ②بخاری۔ ③ یونس: ۶۲، ۶۳۔

میں اس کی حمایت کا ذمہ لیتا ہے۔ اللہ اس کا ساتھ دیتا اور اس کی تائید ونصرت فرماتا ہے اور اسے اس کے اقوال وافعال میں سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔

یہ معیت اور تائید ونصرت صرف اہل استقامت کیلئے خاص ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾

''یقیناً اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کریں اور نیکو کار رہوں۔''[1]

معیت عامہ میں تو سبھی لوگ آجاتے ہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾

''تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمھارے ساتھ ہے اور جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ اسے بخوبی دیکھنے والا ہے۔''[2]

چنانچہ اللہ ہر ایک کے ساتھ ہے، کوئی چیز اس سے مخفی نہیں اور اپنے دوستوں، پرہیز گاروں، نیک بندوں اور دین پر ثابت قدم رہنے والوں کے بھی ساتھ ہے مگر اس طرح کے ان کی حمایت کرتا ہے، انہیں سیدھے راستے پر چلاتا ہے اور ان کی نصرت وتائید فرماتا ہے۔

جیسا کہ اگر کوئی شخص نبی ﷺ کی ہدایت وراہنمائی پر چلے تو اسے اللہ کا وہ خاص ساتھ اور قرب نصیب ہوتا ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا کہ:

﴿اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾

''جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''[3]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

---

① النحل ١٦:١٢٨ ② الحدید ٥٧:٤ ③ التوبۃ ٩:٤٠

ایک حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی أحبه، فاذا أحببته کنت سمعه الذی یسمع به،وبصره الذی یبصر به، ویده التی یبطش بها، ورجله التی یمشی بها، وان سالنی لأعطیته، ولئن استعاذ نی لأعیذنه...."

"میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہیں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ چاہے تو میں لازماً اسے پناہ دیتا ہوں۔"[1]

دین پر استقامت دکھانے والوں کو مبارک ہو، وہ صرف وہی کچھ دیکھتے، سنتے اور کرتے ہیں جو اللہ کو پسند ہو۔ اور اللہ ان کی رہنمائی، حمایت اور ہر طرف سے حفاظت کرتا ہے۔ یہ کس قدر شرف اور سعادت والی زندگی ہے۔ ہماری اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ثابت قدم رہنے والے نیک بندوں میں شامل فرمائے (آمین)۔

### ⑧ رزق کی فراوانی اور مال وعمر میں برکت:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿اَن لَّوِاسۡتَقَامُوۡا عَلَی الطَّرِیۡقَةِ لَاَسۡقَیۡنٰهُمۡ مَّآءً غَدَقًا ۝ لِنَفۡتِنَهُمۡ فِیۡهِ﴾[2]

---

① بخاری۔ ② الجن۷۲: ۱۶،۱۷۔

"اگر لوگ راہ راست پر سیدھے رہتے تو یقیناً ہم انہیں بہت وافر پانی پلاتے تاکہ ہم اس میں انہیں آزمالیں۔"

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ...﴾

"اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔"[1]

یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا وعدہ اور قسم ہے کہ وہ استقامت اختیار کرنے والوں کو وافر مقدار میں معیشت فراہم کرے گا کسی کلفت، تکان، مشقت اور تھکن کے بغیر ہی۔ یہی بات اللہ تعالیٰ کے ایک اور فرمان میں بھی ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

"اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کیلئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔"[2]

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾ "اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ اس کے (ہر) کام میں آسانی کر دے گا۔"[3]

جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ کے دین پر استقامت بھی وہی دکھاتا ہے۔

یہی وہ دعوت ہے جس کی طرف میں ہر ضرورت مند، مقروض، بے کار رہنے والے کو اور ہر اس شخص کو جو روزگار یا کسی اور چیز کا متلاشی ہے، متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں یہ مفت کا سیزن ہے جو تجھے اللہ کے فضل سے معاملات میں

---

[1] الاعراف ۷:۹۶۔ [2] الطلاق ۶۵:۲، ۳۔ [3] الطلاق ۶۵:۴۔

آسانی، رزق میں فراوانی اور مال وعمر میں برکت کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ یعنی اللہ کی شریعت پر استقامت کا سیزن، لہٰذا اللہ کے دین پر استقامت اختیار کر اور اس کے دین کو مضبوطی سے تھام اور اللہ سے وفا کر، اس کی طرف متوجہ ہو پھر دیکھ کہ اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

نافرمانیاں اور گناہ، رزق سے محرومی اور مال وعمر سے برکت ختم ہو جانے کا سبب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ﴾

"تمھیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمھارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے۔"[1]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ......﴾

"خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا۔"[2]

نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ان العبد ليحرم الرزق بالذنب يصيبه."

"یقیناً انسان اپنے کردہ گناہ کی بنا پر رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔"[3]

رزق کی وسعت سے مراد کثرت نہیں اور نہ طول عمر سے ماہ وسال کی کثرت مراد ہے بلکہ رزق کی فراوانی اور لمبی عمر سے مراد برکت ہے۔

برکت صرف اللہ کی فرماں برداری کرنے اور اس کے دین پر استقامت اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ انسان کی عمر، مال، قوت، جاہ وحشمت اور علم وعمل

---

[1] الشوریٰ٤٢:٣٠. [2] الروم٣٠:٤١. [3] ابن ماجه:١٤٢٢، حاكم ١/٩٤٣.

میں سے اس کے فائدے میں صرف وہی چیز ہے جو اللہ کی اطاعت میں ہو، اس کے سوا سب بے کار اور انسان کیلئے وبال جان ہے۔ (العیاذ باللہ)

## ⑨ نیکیوں میں اضافہ اور گناہوں کی معافی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا﴾ [1]

"اور جو اللہ سے ڈرے گا تو وہ اس سے اس کی برائیوں کو مٹا دے گا اور اسے بڑا اجر عطا فرمائے گا۔"

نبی ﷺ نے بھی خبر دی کہ اس کا اجر پچاس صحابہ کے برابر ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ان من ورائکم ایام الصبر للمتمسک فیھن یومئذ بما انتم علیه أجر خمسین منکم" قالوا یانبی اللّٰه منا او منھم؟ قال: "بل منکم." [2] "یقیناً تمھارے بعد صبر والے ایام ہیں ان دنوں اس چیز کو جس پر تم ہو مضبوطی سے تھامنے والے کیلئے تمھارے پچاس افراد جتنا اجر ہوگا۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا اے اللہ کے نبی ﷺ ہمارے پچاس افراد کے برابر یا ان کے پچاس افراد کے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "تمھارے افراد کے برابر۔"

شیخ عبدالرحمٰن السعدی فرماتے ہیں کہ درست عقیدہ، اللہ اور اس کی صفات پر پختہ یقین، انسان کا پختہ عزم اور بھلائی کے کاموں میں رغبت نیکیوں میں اضافے کے اسباب ہیں۔ اہل سنت اور وہ اہل علم جو اللہ کے اسماء وصفات پر کامل اور مفصل ایمان رکھنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو بہت زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔ جو لوگ ان جیسے ایمان وعقیدے کے حامل نہیں وہ اس کی مثل تو کجا اس فضیلت کے

---

① الطلاق ٦٥:٥. ② احمد ؛ اھل السنن؛ سلسله الصحیحه للالبانی ،ص٤٩٤.

قریب تک نہیں پہنچ سکتے۔

شیخ فرماتے ہیں نیکیوں میں اضافے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ انسان بہترین اسلام والا اور بہترین سیرت کا حامل ہو، گناہوں پر اصرار کی بجائے انہیں چھوڑنے والا ہو۔ یقیناً ایسے انسان کے اعمال میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اذا حسن أحد کم اسلامه لکل حسنة یعملها تکتب له بعشر أمثالها الی سبعمائة ضعف."[1] "جب تم میں سے کوئی بہترین اسلام کا حامل ہو تو اس کی ہر نیکی کا اجر دس سے سات سو گنا تک لکھا جاتا ہے۔"[2]

اللہ آپ کا نگہبان ہو غور کیجئے کہ وہ شخص جس نے توحید کی حقیقت کو پالیا، اپنے ایمان کو مکمل کر لیا، اپنے اسلام کو بہترین بنا لیا اور اپنے دین پر استقامت اختیار کی تو کیسے اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں میں اضافہ فرماتے ہیں۔ (اللہ ہمیں اپنا فضل عطا فرمائے)۔

### ⑩ اللہ کا اہل استقامت اور ان کی اولاد کی حفاظت فرمانا:

اللہ تعالیٰ استقامت اختیار کرنے والے کے اہل خانہ، مال و جان اور اسکے حال و مستقبل بلکہ ہر چیز کی حفاظت کرتا ہے۔

یہ بات ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی مشہور حدیث سے ثابت ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"احفظ اللّٰہ یحفظک، احفظ اللّٰہ تجده تجاهک......"[3]

"تو اللہ کو یاد رکھ اللہ تیری حفاظت کرے گا، تو اللہ کو یاد رکھ تو اسے اپنے

---

① متفق علیه. ② الفتاوی السعدية ص ۳۷،۳۶. ③ ترمذی.

سامنے پائے گا۔''

علماء فرماتے ہیں کہ ''تو اللہ کو یاد رکھ'' سے مراد ہے اللہ کے احکام اور منہیات کو یاد رکھنا، احکام کو سرانجام دینا اور منہیات سے باز آنا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ''اللہ تیری حفاظت فرمائے گا'' کس چیز کی حفاظت کرے گا؟ تیرے نفس کی، تیرے گھر والوں کی، اولاد، مال، حال اور مستقبل کی، دین، دنیا، آخرت اور ہر چیز کی حفاظت۔

اسی طرح اللہ سورۂ کہف میں فرماتے ہیں:

﴿وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا...﴾

''اور جو دیوار تھی وہ شہر میں دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ (انتہائی) نیک آدمی تھا۔''[1]

ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ نیک آدمی کی اولاد کی حفاظت کی جاتی ہے اور اس کی ان کے حق میں شفاعت کی وجہ سے وہ بھی اس کی عبادت کی برکت میں شریک ہو جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے جنت میں انہیں بلند درجات بھی حاصل ہوتے ہیں تاکہ ان کی وجہ سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

ان دونوں لڑکوں کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول منقول ہے کہ ''وہ دونوں بچے باپ کی صالحیت کی وجہ سے محفوظ رہے۔ ان دونوں کی صالحیت کا کوئی ذکر نہیں ہوا۔''

---

[1] الکہف۱۸:۸۲۔

سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ میں تیری وجہ سے اپنی نماز میں اضافہ کرتا ہوں اس امید پر کہ میری وجہ سے اللہ تیری حفاظت فرمائے پھر انھوں نے یہی آیت تلاوت کی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب کوئی مومن فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلوں اور پچھلے کے پچھلوں کی حفاظت فرماتا ہے۔ اہل استقامت خوش ہو جائیں جو اوروں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے احکامات کی زیادہ بجا آوری کرتے ہیں اور ان کی ہر چیز کی حفاظت کرتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور بدلہ عمل کے مطابق ہی ملا کرتا ہے۔

⑪ حقانیت توحید اور اخلاص (توحید کو پایۂ ثبوت تک پہنچانا اور اخلاص نیت):

استقامت کے فضائل میں یہ بات بھی شامل ہے کہ استقامت توحید کی حقیقت، ایمان کی تکمیل، شرک سے دوری اور بدعات وگم راہیوں سے محفوظ رہنے کا ایک سبب ہے۔ یہ ایسی حقیقت ہے جس کا مشاہدہ بہت سے لوگوں کی زندگی میں کیا جا سکتا ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کو ایسے لوگ بھی ملیں گے جو شرکیہ اعمال سے بالکل نہیں بچتے اور نہ ہی بعض شرکیہ باتوں سے۔ اسی طرح بدعات وگم راہیوں کے بھی مرتکب ہوتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ دین ہے اور سب جائز ہے۔

مگر وہ شخص جو اللہ کے دین پر استقامت اختیار کرتا ہے وہ اللہ کی توحید اور اس کی فضیلت کو پہچانتا ہے، وہ شرک اور اس کے خطرات سے آگاہ ہوتا ہے، اسے اس بات کا بھی علم ہوتا ہے کہ توحید کی حقیقت کو کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے اور شرک سے کیسے محفوظ رہا جا سکتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے موحّدین و مخلصین بندوں سے کیا کچھ وعدے کر رکھے ہیں۔

توحید کی فضیلت پر مشتمل آیات واحادیث بہت زیادہ ہیں جو ہم سے مخفی نہیں ہیں۔ ان میں سے چند ایک احادیث یہ ہیں۔ وہ حدیث جس میں نبی ﷺ نے خبر دی ہے: ''انه يدخل الجنة سبعون ألف من هذه الامة بغير حساب ولا عذاب.'' ''اس امت کے ستر ہزار افراد بغیر حساب وکتاب جنت میں جائیں گے'' پھر آپ ﷺ نے اس کے اوصاف بیان فرمائے: ''انهم لايسترقون، ولا يتطيرون ولا يكتوون، وعلى ربهم يتوكلون.''[1] ''وہ نہ دم کرواتے ہیں، نہ فال لیتے ہیں اور نہ ہی داغ دیتے ہیں بلکہ وہ اپنے رب پر بھروسہ کرنے والے ہیں'' اور ان سب کا مرکز ومحور عقیدہ توحید ہے۔

اسی طرح وہ صحیح حدیث جس میں نبی ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ ''أسعد الناس بشفاعتي يوم القيامة من قال لا اله الا اللّٰه خالصاً من قلبه.''[2] ''میری شفاعت کیساتھ قیامت کے دن وہی لوگ کامیاب وبا مراد ہوں گے جنہوں نے خلوص دل سے لا الہ الا اللّٰہ کہا ہوگا۔''

''خالصا من قلبه'' کا معنی ہے اللہ کی وحدانیت کا اقرار اور اس کلمے کے تقاضوں کو پورا کرنا۔

ایک حدیث قدسی ہے:

''يا ابن آدم، لو أنك أتيتني بقراب الأرض خطايا ثم لقيتني لا تشرك بي شيئاً، لأتيتك بقرابها مغفرة.''[3]

''اے ابن آدم! اگر تم زمین جتنی غلطیاں کر کے میرے پاس آئے پھر مجھ سے تیری ملاقات اس حالت میں ہو کہ تو نے میرے ساتھ معمولی سا

---

[1] بخاری و مسلم. [2] بخاری. [3] ترمذی.

بھی شرک نہ کیا ہو تو میں تجھے اُسی قدر بخشش و مغفرت سے نواز دوں گا۔"

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا "من مات لا یشرک باللّٰہ شیئاً دخل الجنة." "جو اس حالت میں فوت ہوا کہ اس نے اللہ کے ساتھ معمولی سا بھی شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہو گا۔"[1]

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ "کتنے ہی بڑے بڑے عمل ایسے ہیں جنہیں نیت معمولی بنا دیتی ہے اور کتنے ہی چھوٹے عمل ایسے ہیں جو نیت کی وجہ سے بہت بڑے بن جاتے ہیں۔"

اہل استقامت سب سے زیادہ توحید کی حقیقت سے شناسا ہوتے ہیں۔ وہ شرک و بدعت اور ضلالتوں سے اور لوگوں کی بہ نسبت دور اور محفوظ ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں میں اس بات کے زیادہ لائق اور حق دار ہیں کہ توحید کی فضیلت کی بنا پر کامیابی حاصل کریں۔

### ⑫ تزکیہ نفس اور حسن اخلاق:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًاO اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًاO وَاِذَا مَسَّهُ الْخَیْرُ مَنُوْعًا O اِلَّا الْمُصَلِّیْنَO الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَائِمُوْنَ......اُولٰٓئِکَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّکْرَمُوْنَ﴾[2]

"بے شک انسان کو کمزور دل بنایا گیا ہے۔ جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو بڑبڑا اٹھتا ہے اور جب راحت ملتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔ مگر وہ نمازی جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں اور جن کے مالوں میں مقررہ حصہ ہے۔ مانگنے والوں کا بھی اور سوال سے بچنے والوں کا بھی۔ اور جو

---

① متفق علیہ. ② المعارج ۷۰:۱۹-۳۵.

انصاف کے دن پر یقین رکھتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں۔ اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی (حرام سے) حفاظت کرتے ہیں۔ ہاں ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جن کے وہ مالک ہیں انہیں کوئی ملامت نہیں۔ اب جو کوئی اس کے علاوہ راہ ڈھونڈے گا تو ایسے لوگ حد سے گزرنے والے ہوں گے۔ اور جو اپنی امانتوں کا اور اپنے قول و قرار کا پاس رکھتے ہیں۔ اور جو اپنی گواہیوں پر سیدھے اور قائم رہتے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ جنتوں میں عزت والے ہوں گے۔''

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا......﴾[1]

''رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں۔ اور جب بے علم لوگ ان سے بات کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔ اور جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزارتے ہیں۔ اور جو یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم سے دوزخ کا عذاب پرے ہی پرے رکھ کیوں کہ اس کا عذاب چمٹنے والا ہے۔ بے شک وہ ٹھہرنے اور رہنے کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے۔ اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل طریقے پر خرچ کرتے ہیں۔ اور اللہ کے

[1] الفرقان ۲۵:۶۳۔۷۷.

ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے۔ نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔ اسے قیامت کے دن دوگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔ سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں ایمان لائیں اور نیک کام کریں ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دیتا ہے اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔ اور جو شخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے وہ تو حقیقتاً اللہ کی طرف سچا رجوع کرتا ہے۔ اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔ اور جب انہیں ان کے رب کے کلام کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ اندھے بہرے ہو کر ان پر نہیں گرتے۔ اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند بالا خانے دیے جائیں گے جہاں انہیں دعا سلام پہنچایا جائے گا۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے۔''

یہ سبھی اعمال استقامت اختیار کرنے والوں کی صفات ہیں جو اللہ کے احکام کو بجا لانے والے اور اس کی منہیات سے باز رہنے والے ہیں۔ اور یہ اللہ کی گواہی ہے کہ یہ لوگ سب لوگوں سے افضل اور معاشرے کے چنیدہ افراد ہیں۔

استقامت اختیار کرنے والے سب لوگوں میں بہترین اخلاق کے حامل اور

بقدر استقامت معاملہ کرنے میں افضل ہوتے ہیں۔ دوسرے لوگ جن برے اخلاق وکردار کے شکار ہوتے ہیں یہ بتوفیقہ اس سے محفوظ ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ وہ خوشی وغمی، تنگی وخوش حالی میں اعتدال سے کام لیتے ہیں۔ نہ نعمتوں کی فراوانی انہیں باغی وسرکش بناتی ہے اور نہ مصیبت انہیں بے پروا اور غافل کرتی ہے۔ نہ فقران پر اثر انداز ہوتا ہے اور نہ ہی اقتدار اور عہدے انہیں گم راہ کرتے ہیں۔ وہ خوشی وغمی دونوں میں سنجیدہ اور متوازن رہتے ہیں۔ تنگی و خوش حالی میں بھی اپنے رب کو بھولتے ہیں نہ ہی اس سے غافل ہوتے ہیں۔

صحیح حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"عجباً لامرالمؤمن ان امره له كله خير، وليس ذلك الا للمؤمن، ان اصابته سراء شكر فكان خيراً له، وان اصابته ضراء صبر فكان خيراًله." [1]

"مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر کام میں اس کے لیے بھلائی اور خیر ہوتی ہے۔ یہ خصوصیت صرف مومن کو حاصل ہے اگر اسے کوئی مسرت حاصل ہوتو شکر کرتا ہے اس میں اس کیلئے بھلائی ہے۔ اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے اس میں بھی اس کیلئے بھلائی ہے۔"

حسن اخلاق ایک عظیم عبادت، بھلائی کا ایک بہت بڑا دروازہ اور اہل ایمان واستقامت کے مراتب میں سے ایک بلند مرتبہ ہے۔

"رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"أكمل المؤمنين ايماناً أحاسنهم أخلاقاً." [2]

---

[1] مسلم. [2] احمد؛ ابوداؤد، صحیح الجامع: ۱۲۳۰.

''مومنوں میں سے کامل ایمان والا وہ ہے جو بہترین اخلاق کا حامل ہو۔''

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

''أثقل شيئ في الميزان الخلق الحسن.''[1]

''(قیامت کے دن) میزان میں سب سے بھاری چیز اچھا اخلاق ہوگا۔''

ایک حدیث میں ہے:

''ان المسلم ليدرك بحسن خلقه درجة الصائم القائم.''[2]

''یقیناً مسلمان آدمی اچھے اخلاق کی بدولت روزے دار، تہجد گزار کا رتبہ پالیتا ہے۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''أحب عباد الله إلى الله أحسنهم خلقا.''[3]

''اللہ کے بندوں میں سے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔''

### ⑬ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی سچی محبت:

استقامت کی ایک فضیلت یہ ہے کہ کامل اتباع اور اللہ کے اسماء وصفات کی معرفت کی وجہ سے بندے کی اللہ سے محبت پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے۔

جیسے جیسے انسان اللہ کی معرفت حاصل کرتا جاتا ہے ویسے ہی اس کی اللہ سے محبت بھی واقعتاً ثابت ہوتی جاتی ہے اور محبت کا ثبوت اس طرح سے ملتا ہے کہ اللہ کی ذات ہمیں اپنی جان و مال، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب ہو، اللہ تعالیٰ

① ترمذی؛ ابوداود؛ ابن حبان، صحیح الجامع ۱۳٤۔ ② ابوداوٗد، ابن حبان، صحیح الجامع ۱۹۳۲۔ ③ طبرانی فی الکبیر، صحیح الجامع، ۱۷۷۔

فرماتے ہیں: ﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ ''اور ایمان والے اللہ کی محبت میں شدید ترین یعنی سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔''[1]

آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''ثلاث من کن فیه وجد بهن حلاوۃ الایمان، ان یکون اللّٰه و رسوله احب الیه مما سواهما...... .'' ''جس شخص میں تین خصلتیں پائی گئیں وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا، یہ کہ اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بڑھ کر محبت ان دونوں کے علاوہ اور کسی سے نہ ہو۔''[2]

بہت سے لوگ اسی معنی سے غافل ہیں مگر آپ دیکھیں گے کہ اہل استقامت واقعتاً ایسی محبت کرتے ہیں کیوں کہ انہیں اللہ کے اسماء، صفات اور افعال کی معرفت حاصل ہے جس نے ان کے دلوں میں محبت، اطاعت، فرماں برداری، تعظیم اور عاجزی و انکساری جیسی صفات کا اضافہ کردیا ہے جو کہ بندے کے اپنے رب سے تعلق قائم کرنے کا ذریعہ ہیں۔

چلتے چلتے ہم اس ذیشان صحابی کے واقعے پر بھی نظر ڈالتے جائیں جو جب بھی اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا تو سورۂ اخلاص کی تلاوت ضرور کرتا۔ جب بھی قراءت کرتا یہ سورۃ پڑھتا۔ جب لوگوں نے اس کے متعلق پوچھا تو وہ کہنے لگا یہ رحمٰن کی سورۃ ہے اور میں اس سے محبت کرتا ہوں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں ہے۔ سبحان اللہ!

دیکھیں اس شخص نے کیسے ان عظیم معانی پر تفکر کیا۔ چونکہ یہ سورۃ اللہ کے اسماء و صفات کے متعلق ہے اسی وجہ سے اس نے اس سورۃ سے محبت کی اور اسے بہت زیادہ پڑھنے لگا تو پھر نبی ﷺ نے اس کے متعلق کیا فرمایا؟

---

[1] البقرۃ ۲:۱۶۵۔ [2] بخاری مسلم۔

جب اس کا معاملہ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا "اخبروه ان الله احبه کما احب هذا السورة." "اسے بتادو کہ اللہ بھی اس سے ایسے ہی محبت کرتا ہے جیسے وہ اس سورۃ سے محبت کرتا ہے۔" ایک اور روایت کے الفاظ ہیں: "اخبروه ان حبه لها قد ادخله الجنة."[1] "اسے خبر کردو کہ اس کی اس سورۃ سے محبت اسے جنت میں لے جائے گی۔"

اس آدمی پر تعجب ہوتا ہے کہ جو اس سورت کو پڑھتا تو ہے کہ یہ ایک چھوٹی سورۃ ہے مگر اس کے معانی پر غور وفکر نہیں کرتا اور دوسری طرف وہ شخص ہے جو اس سورۃ کو پڑھتا ہے، اس کے معانی پر غور کرتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے کیونکہ یہ اللہ جو رحمٰن و رحیم ہے، کے اوصاف کے متعلق گفتگو کرتی ہے۔ ان دونوں آدمیوں میں کس قدر دوری ہے۔

اسی طرح آپ دیکھیں گے کہ اہل استقامت نبی ﷺ کی معرفت بھی رکھتے ہیں۔ انہیں آپ کے احوال، اقوال اور بہت سی باتوں کا علم ہوتا ہے جن سے ان کے دلوں میں آپ ﷺ کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ تو ایک طے شدہ بات ہے کہ آپ ﷺ کی محبت واجبات اور فرائض میں شامل ہے۔

ہر مومن مرد و زن کے لیے ضروری ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اسے ہر چیز سے بڑھ کر محبوب ہوں، جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لايومن احد كم حتى أكون أحب اليه من ولده ووالده والناس اجمعين."

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کی اولاد، والدین اور سبھی لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"[2]

---

(1) بخاری و مسلم۔ (2) متفق علیه۔

یہ محبت آپ ﷺ کے حالات، اقوال، افعال، واقعات، اخلاق، شمائل وفضائل کو جانے بغیر کیسے ہوسکتی ہے؟ اسی طرح امت پر آپ ﷺ کی فضیلت اور یہ کہ آپ ﷺ ہماری نجات اور جنت میں ہمارے داخلے کا سبب ہیں، انبیاء کے مابین آپ کا مرتبہ ومقام اور جن خصائص سے اللہ نے آپ کو عزت بخشی ہے، ان سب کی معرفت ضروری ہے۔

نبی ﷺ سے ہماری محبت اختیاری نہیں ہے ازحد لازمی اور ضروری ہے جس کی بنیاد ان تمام چیزوں کی معرفت پر ہے۔ یہ اس طرح کی طبعی محبت نہیں جو ہم اپنی ذات سے کرتے ہیں۔ نبی ﷺ واقعی اس بات کے حق دار ہیں کہ وہ ہمیں اپنی جانوں سے بھی بڑھ کر محبوب ہوں کیونکہ آپ ﷺ دنیا وآخرت میں ہر بھلائی کے حصول اور ہر برائی سے دوری کا سبب ہیں وگرنہ نفس تو برائی پر ابھارتا ہی ہے۔ الا یہ کہ پروردگار اس پر رحم فرمائے۔[1]

اس طرح کی محبت بس اہل استقامت کو حاصل ہوتی ہے۔ دیگر لوگوں کی حالت تو یہ ہے کہ انہیں نبی ﷺ کے احوال کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ بلکہ آپ ان سے نبی ﷺ سے محبت کی حقیقت کے موضوع پر گفتگو کریں تو انہیں کسی چیز کا علم نہیں ہوگا اور یہ بہت ہی خطرناک صورتحال ہے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کہا تھا کہ آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

**”لا والذی نفسی بیدہ، حتی اکون احب الیک من نفسک ، فقال له عمر: فانک الآن واللہ احب الی من نفسی، فقال: ”الآن یا عمر.“[2]**

---

① فتح الباری ۵۹/۱ ② صحیح بخاری

”مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہاں تک کہ میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ عزیز ہو جاؤں“ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ”اللہ کی قسم اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں“ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اب اے عمر! (رضی اللہ عنہ)“

## (14) اعمال اور دعا کی قبولیت کے درجے کا بلند ہو جانا:

اعمال اور دعا کی قبولیت کے درجے کا بلند ہو جانا بھی استقامت کے فضائل میں سے ہے۔ کیونکہ اللہ کے دین پر استقامت اختیار کرنے والوں میں اخلاص اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ یہ بات معلوم ہی ہے کہ اخلاص اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی موافقت قبولیت عمل کی شرط ہے اور ان چیزوں کا بہت زیادہ اہتمام استقامت اختیار کرنے والے ہی کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم جان چکے ہیں کہ استقامت توحید کی حقیقی معرفت حاصل کرنے کے ذرائع میں سے ایک اہم اور بڑا ذریعہ ہے۔ اسی طرح یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور محبت کی حقیقت کو پالینے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ غالب طور پر ان کے اعمال میں ایسے اعمال بہت کم ہوتے ہیں جو نامقبولیت کا سبب بنیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾

”اللہ تعالیٰ صرف متقی لوگوں کے اعمال قبول فرماتا ہے۔“[1]

ہر ایک ایسا نہیں کہ وہ قرب حاصل کرنا چاہے یا عبادت اور کوئی بھی عمل کرے اور اس کے عمل کو قبول کرلیا جائے۔ اللہ صرف پرہیز گاروں، اس کے دین پر

---

(1) المائدہ ۵:۲۷.

استقامت اختیار کرنے والوں اور ممنوعہ اعمال سے بچنے والوں کے اعمال کو قبول فرماتا ہے۔ ہم بھی اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنے لطف وکرم اور شفقت کا برتاؤ کرے اور ہمارے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کرے جس کا وہ اہل ہے۔ وہی تقویٰ والا اور معاف کرنے والا ہے۔

استقامت کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ یہ قبولیت دعا کا ایک سبب ہے۔ دعا تو ہر ایک کرتا ہے اور اس بات کی آرزو بھی کرتا ہے کہ اس کی دعا مقبول ہو، لیکن کیا ہر ایک کی دعا قبول ہو جاتی ہے؟ نہیں، اللہ صرف نیک اور استقامت اختیار کرنے والوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے، وہ لوگ جنہوں نے دعا کے آداب کی حقیقت کو پالیا اور دعا کی قبولیت کے اسباب بھی مہیا کیے، ممنوع امور وغیرہ سے بھی اپنا دامن بچائے رکھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اذا مات ابن اٰدم انقطع عمله الا من ثلاث: صدقة جارية، او علم ينتفع به، او ولدصالح يدعو له.''[1]

''جب ابن آدم فوت ہو جاتا ہے تو تین اعمال کے سوا اس کے سب عمل منقطع ہو جاتے ہیں: ① صدقہ جاریہ ② نفع بخش علم ③ اور نیک اولاد جو اس کے حق میں دعا کرے۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ان الرجل يطيل السفر، اشعث، اغبر، يمد يديه، يا رب، يا رب ومطعمه حرام، وملبسه حرام و غذی بالحرام فانیٰ يستجاب له.''[2]

''آدمی لمبا سفر کرتا ہے، بال بکھرے ہوتے ہیں، گرد و غبار سے اٹا ہوتا

---

① مسلم. ② مسلم.

ہے اور اپنے ہاتھ پھیلا کر (صدا لگاتا ہے) اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! جبکہ اس کا کھانا حرام کی کمائی کا ہے، اس کا لباس حرام کی کمائی کا ہے اور اس نے حرام غذا سے پرورش پائی ہے تو اس کی دعا کو کیسے قبول کیا جائے گا؟''

یہ دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ صرف نیک اور اللہ کے دین پر استقامت اختیار کرنے والوں کی دعا کو ہی قبولیت سے نوازا جاتا ہے نہ کہ دوسرے لوگوں کی دعاؤں کو۔

ہم میں سے ہر ایک اس بات کا خواہش مند ہے کہ اس کی دعائیں قبولیت کا درجہ پائیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ استقامت اختیار کی جائے، دعا کی قبولیت کے اسباب مہیا کیے جائیں اور دعا کے آداب کی معرفت حاصل کی جائے۔

### (15) محاسبہ نفس:

استقامت کے فضائل میں یہ بھی شامل ہے کہ استقامت اختیار کرنے والا ہمیشہ اپنے نفس کا احتساب کرتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ملاقات کے لیے تیار رہتا ہے۔

آپ نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہوگا جن کے متعلق یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ مریں گے ہی نہیں، نہ ان کا محاسبہ ہوگا، نہ وہ آخرت کی تیاری کرتے ہیں، نہ نفس کا احتساب اور نہ ہی اپنے اعمال اور تصرفات کا کچھ دھیان رکھتے ہیں۔

مگر اللہ کے دین پر استقامت اختیار کرنے والا شخص جانتا ہے کہ اس کے سامنے حساب وکتاب، وزن اعمال، پل صراط اور جنت یا جہنم ہیں۔ اسے ہمیشہ انھی چیزوں کی فکر دامن گیر رہتی ہے، وہ ہمیشہ نفس کا احتساب کرتا ہے، اپنے آپ کا

خیال رکھتا ہے۔ ہمہ وقت اللہ کی ملاقات کے لیے تیار رہتا ہے۔

وہ ہمیشہ یہ خیال کرتا ہے کہ موت اس کے بالکل قریب ہے۔ جب وہ شام کرتا ہے تو صبح کا منتظر نہیں ہوتا اور جب صبح کرتا ہے تو شام کا انتظار نہیں کرتا۔ پھر اس کی زندگی، اعمال، تعلقات اور معاملات پر بھی اس کا عکس پڑتا ہے۔ اللہ کے فضل سے وہ دیگر لوگوں کی بہ نسبت نافرمانیوں اور گناہوں سے دور رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آخرت کی تیاری کریں، اپنا احتساب کریں اور یہ دیکھیں کہ ہم نے کل قیامت کے لیے کیا کچھ تیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾[1] ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا کچھ تیار کیا ہے'' علماء اسے آیۂ محاسبہ کہتے ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ''کن في الدنیا کانک غریب اوعابر سبیل .''[2]

''تو دنیا میں ایسے رہ جیسے کوئی پردیسی یا مسافر (رہتا ہے)۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے ''جب تو صبح کرلے تو شام کے انتظار میں نہ رہ، اور جب شام کرے تو صبح کا انتظار چھوڑ دے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''مومن آدمی خوف کی وجہ سے اپنے گناہوں کو یوں خیال کرتا ہے جیسے اس پر کوئی پہاڑ گر رہا ہو۔''

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ ''ان اللّٰہ لا یجمع علی عبدہ امنین ولا خوفین ، من امن فی الدنیا خاف فی الآخرة، و من خاف فی الدنیا امن فی الآخرة.'' ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر دو خوف اور دو امن جمع نہیں

① الحشر ٥٩: ١٨. ② بخاری.

کرتا، جو دنیا میں بے خوف اور پر امن رہا وہ آخرت میں خوفزدہ ہوگا اور جو دنیا میں ڈرتا رہا وہ آخرت میں محفوظ اور پر امن رہے گا۔"

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ "**الكيّس من دان نفسه و عمل لما بعد الموت، والعاجزمن اتبع نفسه هواها و تمنى على اللّٰه الامانى.**" "دانا وہ ہے جس نے اپنے نفس کو فرماں بردار بنالیا اور موت کے بعد کے لیے تیاری کرلی اور عاجز و لاچار وہ ہے جس نے اپنے آپ کو اپنی خواہشات کے تابع کرلیا اور اللہ سے آرزوئیں وابستہ کرلیں۔"

اپنے دین پر استقامت اختیار کرنے والا ہمہ وقت اپنے نفس کا جائزہ لیتا رہتا ہے اور اپنے آپ کا خیال رکھتا ہے اور اللہ سے ملاقات کے لیے اپنا ساز و سامان تیار رکھتا ہے اور محشر کو کبھی نہیں بھلاتا۔ ہر شخص کو حتمی طور پر اس کا سابقہ پڑے گا، اللہ ہمیں غافل ہونے سے اپنی پناہ میں رکھے۔

## (16) دین میں فقاہت اور علم وفہم حاصل کرنا:

استقامت کے فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ استقامت اختیار کرنے والا شرعی علوم کے حصول کا بڑا مشتاق ہوتا ہے، اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین میں فقاہت حاصل کرنے اور نور قلب سے اللہ کی عبادت کرنے میں بڑا حریص ہوتا ہے۔ یہ ایسا واقعہ ہے جس کا مشاہدہ ہر ایک کرتا ہے۔ جو انسان بھی اللہ کے دین پر استقامت اختیار کرتا ہے، اللہ کے احکام کا التزام کرتا ہے، وہ علم کو حاصل کرنا شروع کر دیتا ہے، حلال وحرام کو جان لیتا ہے، دین میں فہم و درک حاصل کر لیتا ہے، اس کی عبادت میں نکھار آجاتا ہے اور وہ شرعی احکام، واجبات اور حقوق وفرائض کو پہچان لیتا ہے جن کو عام لوگ محض عادات واطوار خیال کرتے

ہیں جیسا کہ والدین کے حقوق، اولاد کے حقوق، بیوی کے حقوق، علما حکام اور سبھی مسلمانوں کے حقوق حتیٰ کہ غیر مسلموں کے حقوق۔

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن پر اللہ نے ہدایت و استقامت عطا فرما کے انعام کیا تو وہ خود اپنے متعلق کہنے لگے: اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی علم نہ تھا کہ میں وضو کیسے کروں، نہ میں نماز پڑھنا جانتا تھا اور نہ روزے کا پتا تھا اور نہ ہی حج وعمرہ کا طریقہ آتا تھا۔ ہم تو یہ امور ویسے ہی ادا کرتے تھے جیسے دیگر لوگ ادا کرتے تھے نہ ہمیں احکام کا علم تھا نہ ہی اپنے دین کی سمجھ بوجھ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾[1] ''اور اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جو علم دیے گئے، درجے بلند کرے گا۔'' یہ درجات دنیا میں بھی ہیں اور آخرت میں بھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من یرد اللّٰہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین.''[2] ''اللہ جس سے بھلائی کا ارادہ فرمائے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا کر دیتا ہے۔'' اس بھلائی کا تعلق دنیا و آخرت دونوں کے ساتھ ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے: ''من سلک طریقاً یلتمس فیہ علما سھل اللّٰہ لہ بہ طریقا الی الجنۃ.''[3]

''جو طلب علم کیلئے علم کی راہ پر چل نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے راستے کو آسان فرما دیتا ہے۔''

ہر وہ شخص جو تحصیل علم کی راہ پر گامزن ہو، کوئی کتاب پڑھے، کسی خطاب یا لیکچر میں حاضر ہو، کسی مسجد یا مرکز کی طرف جائے یا کوئی کیسٹ سنے یا اس کے

---

① المجادلة ۵۸:۱۱. ② مسلم. ③ مسلم.

علاوہ علم کا کوئی ذریعہ اپنائے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کی راہوں کو آسان فرما دیتے ہیں اگر چہ وہ باقاعدہ عالم یا طالب علم نہ ہو۔

اسی طرح استقامت اختیار کرنے والے تھوڑی مدت میں بہت زیادہ علم وفہم حاصل کر لیتے ہیں۔ جتنا علم و درک دوسرے لوگ بہت زیادہ مدت میں بھی حاصل نہیں کر پاتے۔ یہ اللہ کا فضل اور استقامت کی برکت ہے کیوں کہ یہ نور بصیرت اور فہم و درک کی روشنی ہے جو ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو حاصل نہیں، انہیں ان کے گناہوں نے ڈھانپ رکھا ہے جس کی وجہ سے یہ نورانی کرنیں ان تک نہیں پہنچتیں اور وہ اللہ کے دین کی معرفت، کتاب وسنت کے فہم اور ان کے معانی کو سمجھنے سے محروم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ [1] ''بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ (چڑھ گیا)۔''

اور فرمایا: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ﴾ [2]

''اللہ سے ڈرو اور اللہ تمھیں تعلیم دیتا ہے۔''

ایک اور جگہ فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ [3]

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تمھیں ایک فیصلے کی چیز دے گا، اور تم سے تمھارے گناہ دور کر دے گا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔''

ایک مومن جیسے جیسے اللہ کے دین پر استقامت کے ذریعے تقویٰ کی حقیقت کو

[1] المطففین ۱۴:۸۳۔ [2] البقرہ ۲۸۲:۲۔ [3] الانفال ۲۹:۸

پاتا جاتا ہے اللہ اسے علم سے نوازتا جاتا اور اس پر علم کے دروازے وا کرتا جاتا ہے۔ اور اسے ایک ایسے فیصلے سے نوازتا ہے جس کے ذریعے وہ حق و باطل، نفع بخش اور نقصان دہ چیز میں فرق کر سکتا ہے، بخلاف ان لوگوں کے جو منکرات و محرمات میں غرق ہیں کیونکہ ان کے دل حق کی معرفت سے محروم اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے متعلق فہم رکھنے سے تہی دامن ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سچا مومن جو شریعت کے مطابق اللہ کی عبادت کرے، اللہ جلد ہی اس پر انوار ہدایت کی بارش کر دیتا ہے۔ مضبوط ایمان سوچ اور فکر کو مضبوط کرتا اور عقل کو جلا بخشتا ہے، علم میں اضافہ کرتا اور اوقات وعمروں میں برکت عطا کرتا ہے۔ الحمد للہ! یہ ایک مشاہداتی چیز ہے۔

کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو استقامت اختیار کرنے سے قبل قرآن و حدیث کے فہم سے عاری تھے بلکہ بعض تو ٹھیک طرح سے قرآن بھی نہیں پڑھ سکتے تھے، نہ خطبہ جمعہ کا اہتمام کرتے نہ علماء کی تقاریر، دروس اور لیکچرز کی پروا کرتے۔ مگر جب انھوں نے استقامت کا دامن تھاما، تو اچھے انداز میں قرآن کی تلاوت کرنے لگے اور اس پر غور و فکر کرنے لگے، اہل علم کی کتب اور خطبات و دروس کو سمجھنے لگے اور نفع بخش کتب جمع کرنے لگے اب ان کی سوچ پختہ ہو چکی ہے، ان کی فکر صحیح اور رائے درست ہے اور حق بات کے حامل بن چکے ہیں۔

میں ایک ایسے بھائی سے بھی واقف ہوں، استقامت اختیار کرنے سے قبل اس کی عمر 30 سال تھی اور وہ صحیح طرح سے سورۂ فاتحہ بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اب وہ سورۂ بقرہ، آل عمران اور آخری پانچ پاروں کا حافظ ہے۔ یہ سب کچھ استقامت کے بعد صرف دو سال میں کیا ہے۔

⑰ اہل قرآن:

کتاب اللہ جسے اللہ نے اس امت کے لئے دستور اور عزت وشرف کا باعث بنایا ہے، اس کے حق کی ادائیگی بھی استقامت کے نتیجے میں ممکن ہوتی ہے۔ یہ ایک مشاہداتی بات ہے کہ کتاب اللہ کی قرأت، تلاوت، حفظ، اس پر غور وفکر وغیرہ کا اہتمام صرف اہل استقامت کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ تو ایسے ہیں جو قرآن کو صرف رمضان میں پڑھتے ہیں۔

مگر اہل استقامت کتاب اللہ کی بدولت سب سے زیادہ سعادت مند ہیں اور وہ اوروں کی نسبت اس عظیم کتاب کے زیادہ قریب ہیں۔ رسول ﷺ نے فرمایا:

''خیر کم من تعلم القرآن وعلمه.''[1]

''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں۔''

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

''ان اللّٰه یرفع بهذا الکتاب أقواما ویضع به آخرین.''[2]

''یقیناً اللہ تعالیٰ اس کتاب کی وجہ سے قوموں کو بلندیوں سے نوازتا ہے اور اسی کی بناء پر قوموں کو ذلیل وخوار کر دیتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی ایک اور حدیث ہے:

''اقرأوا القرآن فانه یأتي یوم القیامة شفیعاً لأصحابه.''[3]

''تم قرآن کو پڑھو، یقیناً یہ قرآن قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کیلئے سفارشی بن کر آئے گا۔''

---

① متفق علیه. ② متفق علیه. ③ مسلم.

اہل قرآن صرف وہ لوگ نہیں جو حافظ قرآن ہیں بلکہ ہر وہ شخص جو قرآن مجید پڑھتا، اس پر غور وفکر کرتا، اس کو سکھاتا یا اس کے علاوہ اور طریقوں سے کتاب اللہ کا اہتمام کرتا ہے وہ بھی ان اہل قرآن میں سے ہے جو اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہیں۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان للہ تعالیٰ أھلین من الناس: أھل القران، ھم أھل اللّٰہ و خاصته.''[1] ''یقیناً کچھ لوگ اللہ سے تعلق کے لائق ہیں جو کہ اہل قرآن ہیں اور وہی لوگ اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہیں۔'' ہمارے ہاں منکرین حدیث بھی اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں۔ مگر جن کا ذکر ہوا اس سے مراد وہ نہیں بلکہ حاملین قرآن ہیں۔ (فاروقی)

⑱ رسول اللہ ﷺ، فرشتوں اور نمازیوں کی دعا کا حصول:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ......﴾[2]

''پس جان لے کہ بے شک حقیقت ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اپنے گناہ کی معافی مانگ اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کیلیے بھی۔''

یہ اس امت کے اہل ایمان اور اہل استقامت کیلیے اللہ کا فضل وکرم ہے کہ اللہ اپنے نبی کو حکم دے رہے ہیں کہ وہ ان کیلیے استغفار کرے اور آپ ﷺ ایسی شخصیت ہیں جن کی سفارش اور دعائیں امتیوں کے حق میں قبول کی جاتی ہیں۔

① احمد، نسائی، صحیح الجامع: ۲۱۶۵۔ ② محمد ۴۷: ۱۹۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿الَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ ①

”عرش کے اٹھانے والے اور اس کے پاس والے (فرشتے) اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کیلئے استغفار کرتے ہیں کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! تو نے ہر چیز کو اپنے علم اور بخشش سے گھیر رکھا ہے پس تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں اور تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچالے۔ اے ہمارے رب تو انہیں ہمیشگی والی جنتوں میں لے جا جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولاد میں سے بھی۔ ان سب کو جو نیک عمل کرنے والے ہیں۔ بے شک تو غالب اور باحکمت ہے۔ انہیں برائیوں سے بھی محفوظ رکھ اور جس کو اس روز تو نے برائیوں سے محفوظ رکھا تو یقیناً تو نے اس پر رحمت کر دی اور بہت بڑی کامیابی تو یہی ہے۔“

معزز فرشتے توبہ کرنے والے ایمان داروں کیلئے دعائیں کرتے ہیں اور ان کیلئے بخشش کے طلب گار ہوتے ہیں اور ان کیلئے بھی جو اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کی اتباع کرنے والے ہیں۔ اور اس سے مراد اہل استقامت ہی

① المؤمن ۴۰ : ۷۔۹.

ہیں۔ ان مبارک دعاؤں میں کوئی ایسا شخص ان کا شریک نہیں بن سکتا جو ان جیسی صفات سے متصف نہیں۔

اسی طرح سب نمازی اہل استقامت کیلئے سلامتی کی دعائیں کرتے ہیں۔ تشہد (التحیات) کی دعا سکھاتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا:

''من قال: (السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين) أصاب هذا السلام كل عبد صالح في السموات والارض.''[1]

''جس نے تشہد میں کہا ''السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین'' (سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر) تو یہ سلام ہر نیک بندے کو پہنچ جاتا ہے خواہ وہ آسمانوں میں ہو یا زمین میں۔''

استقامت اختیار کرنے والے اللہ کے وہ بندے ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ادا کرنے والے ہیں۔ اسی طرح وہ عظیم دعا کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ اللہ انہیں سب آفات سے محفوظ رکھے۔ (ہم اللہ سے اس کے لطف وکرم کا سوال کرتے ہیں)۔

## ⑲ اللہ کی طرف سے عزت افزائی:

استقامت کے فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے عزت افزائی اور شیطانی بدحواسیوں اور خواہشات سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سب سے بڑی عزت افزائی استقامت کو لازم پکڑنا ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يُهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهُ مِنْ مُّكْرِمٍ﴾[3]

---

① متفق عليه. ② مدارج السالكين ٢/١٠٦. ③ الحج ٢٢:١٨

”جسے رب ذلیل کر دے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔“

علمائے کرام کہتے ہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ بد بختیوں ، نافرمانیوں یا کفر کے ذریعے ذلیل کرے تو کوئی بھی اس بات کی طاقت نہیں رکھتا کہ اس سے ذلت کو دور کر سکے یا یہ کہ اسے عزت واکرام سے نواز سکے۔

جب انسان فرماں برداری والے اعمال کرتے ہوئے اور منکرات کو ترک کرتے ہوئے استقامت اختیار کرے تو اللہ بھی اس کو عزت بخشتا ہے۔ مگر جب انسان اللہ کے دین پر استقامت اختیار کرنے کی بجائے نا فرمانیوں کا شکار ہو جائے، محرمات کا ارتکاب کرے تو اللہ بھی نافرمانیوں اور مخالفتوں میں بڑھ جانے کی وجہ سے اسے ذلیل وخوار کر دیتا ہے۔ چنانچہ اطاعت وفرماں برداری عزت و احترام اور نافرمانی ذلت واہانت کے باعث ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾[1]

”کیا ان لوگوں کا جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک کام کیے کہ ان کا مرنا جینا یکساں ہو جائے برا ہے فیصلہ جو وہ کرتے ہیں۔“

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ کیا ان لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں برابر ہوں گے؟ جو انھوں نے سوچا اور گمان کیا وہ برا ہے اور بہت برا ہے وہ فیصلہ جو انھوں نے کیا ہے کیونکہ یہ ایک ایسا

---

[1] الجاثیہ۴۵:۲۱.

فیصلہ ہے جو احکم الحاکمین یعنی سب سے بڑھ کر عادل ہستی کی حکمت کے خلاف، عقل اور فطرت مستقیم کے متناقض اور ان اصولوں کے متضاد ہے جنہیں لے کر کتابیں نازل ہوئیں اور جن کے بارے میں انبیاء و مرسلین علیہم السلام نے آگاہ کیا، فی الواقع قطعی فیصلہ یہ ہے کہ اہل ایمان جو نیک عمل کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک کیلئے اس کی نیکی کے مطابق نصرت، فلاح، سعادت اور دنیا و آخرت کا ثواب ہے اور برائیوں کا ارتکاب کرنے والوں کیلئے دنیا و آخرت میں اللہ کی سخت ناراضی، رسوائی، عذاب اور بدبختی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ o اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ o قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ o اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ﴾ [1]

”(شیطان نے) کہا اے میرے رب چونکہ تو نے مجھے گم راہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کیلئے معاصی کو مزیّن کروں گا اور ان سب کو بہکاؤں گا بھی سوائے تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لیے گئے، ارشاد ہوا کہ ہاں یہی مجھ تک پہنچنے کی سیدھی راہ ہے۔ میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں لیکن ہاں جو گم راہ لوگ تیری پیروی کریں۔“

اللہ تبارک وتعالیٰ شیطان سے صرف اپنے مخلص اور دین پر استقامت دکھانے والے بندوں کو ہی محفوظ رکھیں گے۔ جب انسان اپنے دین پر استقامت اختیار

[1] الحجر ۱۵:۳۹

کرے گا اور تقویٰ کی حقیقت کو پالے گا تو وہ اللہ کے ہاں معزز و مکرم ہو جائے گا خواہ وہ سب سے فقیر اور حسب و نسب میں سب سے ادنیٰ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ [1]

''اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''خيار كم في الجاهلية خيار كم في الاسلام اذا فقهوا.'' [2]

''جو جاہلیت میں تم میں بہتر تھا وہ اسلام میں بھی بہتر ہے بشرطیکہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرے۔''

کتنے ہی ایسے انسان ہیں جن کی زندگی کی کوئی حیثیت نہ تھی، نہ ان کا تذکرہ تھا، نہ وہ معروف تھے، محرمات میں غرق اور منکرات و نافرمانیوں کا شکار تھے مگر جب انھوں نے اللہ کے دین کا دامن تھام لیا اور اس پر ڈٹ گئے تو بڑی شان و منزلت والے بن گئے اب وہ بالکل نئے انسان بن گئے گویا کہ دوبارہ پیدا ہوئے ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ: ﴿مَن كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا﴾ [3] ''جو شخص عزت چاہتا ہو تو اللہ کے پاس ہی ساری عزت ہے۔'' مراد یہ ہے کہ عزت کو اللہ کی فرماں برداری کے ذریعے مانگے، اس کا حصول محض اللہ کی اطاعت و فرماں برداری میں ہے۔

اسلاف کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہے: ''أللّٰهم أعزني بطاعتك

---

[1] الحجرات ۴۹:۱۳۔ [2] صحیح بخاری: احادیث الانبیاء، باب قول اللّٰه تعالی واتخذ اللّٰه ابراهيم خليلا۔ حديث: ۳۳۵۳، صحيح مسلم: الفضائل، باب من فضائل يوسف: حديث ۲۳۷۸۔ [3] الفاطر ۳۵:۱۰۔

ولا تذلنی بمعصیتک." "اے اللہ! مجھے اپنی اطاعت کے ذریعے عزت سے نواز اور اپنی نافرمانی کے ذریعے مجھے ذلیل نہ کر۔"

مسلمان جب بھی اللہ کی فرماں برداری میں کوئی عمل بجا لاتا ہے تو اس کا درجہ یا مقام و مرتبہ بلند ہو جاتا ہے اور اس کا مرتبہ اس وقت تک بڑھتا رہتا ہے جب تک اسے دنیا و آخرت میں اونچا مقام حاصل نہیں ہو جاتا۔ مگر جب نافرمانی اور گناہوں کا ارتکاب کرنے لگے تو اللہ کی مخلوق میں سب سے ذلیل ہو جاتا ہے اور ذلت و نامرادی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"بُعثت بالسیف بین یدی الساعة، وجعل رزقی تحت ظل رمحی، وجعل الذل و الصغار علی من خالف أمری."[1]

"میں قیامت سے قبل تلوار دے کر بھیجا گیا ہوں اور میرا رزق میرے نیزے کی اَنّی تلے ہے اور ذلت و نامرادی اس شخص کا مقدر ہوگی جس نے میری مخالفت کی۔"

ہر وہ شخص جس نے اس دین پر استقامت اختیار کی اللہ اسے رفعتوں سے نوازتا ہے اگرچہ وہ حبشی غلام ہی ہو۔ اسی طرح اللہ اس شخص کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے جو اللہ کے حکم کی مخالفت کرے اگرچہ وہ سید و ہاشمی ہی ہو۔

## ⑳ کثرت اطاعت:

استقامت کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا اکثر وقت اللہ کی فرماں برداری اور مختلف عبادات میں صرف ہوتا ہے۔ بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے

---

[1] احمد، صحیح الجامع: ۲۸۳۱.

کہ ان کی روزمرہ زندگی میں عبادت بس پانچ نمازیں ہی ہیں۔ مگر استقامت اختیار کرنے والے کا پورا دن اللہ کے ذکر، استغفار اور دیگر مختلف عبادات جیسا کہ نمازوں، خطبات و دروس میں شرکت، قراءت قرآن اور دیگر نفع بخش کتب کے پڑھنے میں صرف ہوتا ہے۔ اگر اس کے پاس اور کچھ بھی نہ ہو تو وہ صبح شام اللہ کے ذکر اور استغفار میں ہی مشغول رہتا ہے۔

اسی طرح آپ استقامت اختیار کرنے والے کو دیکھیں گے کہ وہ اپنے ہر عمل سے ثواب کا امیدوار ہوتا ہے، اس کے مباح اور عام معمولات بھی عبادت اور اطاعت و قربت کا روپ دھار لیتے ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگ آپ کو صبح سے شام تک عبادت میں منہمک نظر آئیں گے۔

مگر غیر اہل استقامت ان کی عبادات بھی عادت کے تحت ہوتی ہیں کیوں کہ ان کی نیت نیک نہیں ہوتی نہ وہ اللہ سے کسی اجر کے امیدوار ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ ان امور کو عبادت تصور کرتے ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ میں اپنی نیند کو بھی ایسے ہی باعث اجر سمجھتا ہوں جیسے اپنے قیام (رات کی عبادت) کو۔

شیخ محمد العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کوئی آدمی محض خواہش کی بنا پر کھانا کھاتا ہے اور دوسرا آدمی اللہ کے اس حکم "کُلُوا وَاشْرَبُوا" "کھاؤ اور پیؤ" کی بجا آوری کیلئے کھانا کھاتا ہے تو دوسرے آدمی کا کھانا عبادت اور پہلے کا کھانا عادت ہے۔[1]

### (21) بلند ہمتی:

استقامت کی ایک فضیلت یہ ہے کہ تمام عبادات میں ہمت و حوصلہ بلند ہوتا

---

[1] شرح اربعین نووی ص ۸.

ہے۔ اللہ کے دین پر استقامت اختیار کرنے والا علماء اور عبادت گزاروں کے حوصلوں اور ان وسائل کو جن کے ذریعے وہ اللہ کا قرب حاصل کرتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں، جان لیتا ہے۔ اسی لیے آپ ان کے ہاں عبادت میں حوصلہ و ہمت اور شدید خواہش محسوس کریں گے تاکہ یہ بھی اس مقام کو حاصل کرلیں جو اللہ کے پسندیدہ اور نیک لوگوں نے حاصل کیا۔

اسی لیے وہ اذکار، نمازوں، روزوں، قرآن کی تلاوت، دعوت الی اللہ، صدقہ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر وغیرہ مختلف قسم کی عبادات کو بجالانے کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ اس کے پاس عظیم الشان مثالیں ہیں جو اسے ان عظیم لوگوں کے احوال کو جاننے کے دوران ملیں۔ چنانچہ وہ کوشش کرتا ہے کہ وہ بھی بلند درجات کو حاصل کرے۔

مگر جو شخص دین پر استقامت اختیار نہیں کرتا آپ دیکھیں گے وہ نہ تو بھلائی کے کاموں میں رغبت رکھتا ہے، نہ مقابلہ بازی کرتا ہے اور نہ سبقت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا دامن ان سب چیزوں سے خالی ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے متعلق باوجود اپنی کوتاہیوں اور سستیوں کے اس خوش فہمی میں مبتلا ہوتا ہے کہ وہ اپنی عبادت کی بناء پر عظیم الشان اور بلند مراتب کو حاصل کرے گا۔ (اور مدد فرمانے والا تو اللہ ہی ہے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَ سَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ...﴾ [1]

"اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا

[1] آل عمران ۳:۱۳۳.

عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔“
اور فرمایا: ﴿فِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ﴾ [1]
”سبقت لے جانے والوں کو اسی میں سبقت کرنی چاہیے۔“
ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿سَابِقُوٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ [2]
”آؤ دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف۔“

مناسب ہوگا کہ میں یہاں ایک نیک عورت کا واقعہ ذکر کردوں جس نے مجھے فون کیا کہ اس کا رات کو یہ معمول تھا کہ وہ رات کے ایک خاص پہر میں اٹھ کر نماز ادا کرتی تھی اور ذکر واذکار کرتی تھی۔ وہ سوال کر رہی تھی کہ کیا اس کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنے ایام مخصوصہ کے دوران رات کے اس پہر میں نماز پڑھنے کی بجائے صرف اذکار اور دعائیں کرے؟ میں نے جواب دیا کہ درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

سبحان اللہ! وہ مومنہ عورت عبادت کے معاملے میں کس قدر بلند عزائم کی مالکہ ہے اور بھلائی کے حصول میں کس قدر شدید خواہش کی متمنی۔

### (22) دعوت الی اللہ کی شدید خواہش:

استقامت کے فضائل میں یہ بھی شامل ہے کہ استقامت اختیار کرنے والا دعوت الی اللہ کی شدید خواہش رکھتا ہے اور دین اسلام کی فکر کا حامل ہوتا ہے اور مسلمانوں کے معاملات کا خیال رکھتا ہے۔ یہ ایک واضح اور مشاہداتی حقیقت ہے، دین اسلام پر استقامت اختیار کرنے والوں اور دوسرے لوگوں کی زندگی میں بہت زیادہ بُعد ہے۔

---
(1) المطففین ٨٣:٢٦. (2) الحدید ٥٧:٢١.

جب آپ ان لوگوں سے جو دین اسلام پر استقامت اختیار نہیں کرتے دعوت الی اللہ اور اس کی فکر اور اس سلسلے میں عملی کوشش کے متعلق گفتگو کرتے ہیں یعنی نفع بخش کتب کی اشاعت، خطبات و دروس کا اہتمام، کیسٹوں اور کتابچوں کی تقسیم، امر بالمعروف ونہی عن المنکر وغیرہ کے سلسلے میں تعاون کی درخواست اور اس طرح کی باتیں۔تو آپ محسوس کرتے ہیں کہ انہیں ان چیزوں سے کوئی واسطہ نہیں اور نہ ہی وہ اس سوچ کے حامل ہیں، نہ ہی وہ مسلمانوں کے مسائل اور معاملات کے متعلق کوئی لائحہ عمل تیار کرتے ہیں۔

مگر وہ آدمی جو اللہ کے دین میں استقامت اختیار کرے اسے آپ دیکھیں گے کہ وہ دعوت کا اہتمام کرتا، مسلمانوں کے حالات کے متعلق فکر رکھتا اور اس راہ میں اپنا جان و مال اور وقت قربان کرتا ہے۔ اگر وہ کچھ بھی نہ کر سکے تو کم از کم وہ اس شخص کو ضرور توجہ دلاتا ہے جو دعوت کا اہتمام کر سکے اور ان معاملات میں شریک ہو سکے۔ وہ جب بھی مسلمانوں کے حالات کے متعلق کچھ سنتا ہے تو وہ ان کی خوشی اور غمی میں شرکت کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا عام زندگی میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

ایک مسلمان کی زندگی میں دعوت کا کیا مقام و مرتبہ ہے اور اس کے کیا فضائل ہیں یہ کسی پر مخفی نہیں۔ اس بارے میں بہت سی نصوص ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ......﴾ [1]

”آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے، میں اور میرے پیروکار اللہ کی طرف

[1] یوسف ۱۲:۱۰۸.

پورے یقین واعتماد کے ساتھ بلا رہے ہیں۔"

ہر وہ شخص جو صدق دل سے پیارے نبی ﷺ کی پیروی کرنے والا اور دین پر استقامت اختیار کرنے والا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی طرف دعوت دے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"من دعا الی هدی کان له من الاجر مثل اجور من تبعه......"[1]

"جس نے کسی کو ہدایت کی طرف بلایا اسے بھی اسی قدر اجر ملے گا جس قدر اس کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا۔"

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

"من دل علی خیر فله مثل أجر فاعله."[2]

"جس نے کسی شخص کی بھلائی کی طرف راہنمائی کی اسے بھی عمل کرنے والے کی مثل اجر سے نوازا جائے گا۔"

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایک عجیب وغریب قصے کا تذکرہ کیا جائے۔ اہل استقامت میں سے ایک عورت نے مشرقی ایشیا کے ممالک میں سے ایک خادمہ منگوائی جب یہ خادمہ آئی اور نیک عورت کا اس سے تعارف ہوا تو یہ عقدہ کھلا کہ وہ خادمہ دین اسلام کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتی۔ اس نیک عورت کو اس پر بڑا تعجب ہوا۔ تو خادمہ نے اس سے کہا کہ وہاں تو سبھی لوگوں کی یہی حالت ہے۔ تو اس عورت نے اس خادمہ سے کہا تو دو سال کا عرصہ یہاں رہ تیرے ذمہ معمولی سا اور کام ہوگا میں چاہتی ہوں کہ تو پڑھنے اور طلب علم کیلئے فارغ رہے اور دین کی داعیہ بن کے اپنے ملک واپس چلی جائے۔

[1] مسلم: العلم، باب من سن فی الاسلام سنة حسنة او سیئة......، حدیث: ٢٦٧٤. [2] مسلم.

سبحان اللہ! دیکھیں اس عورت کے ہاں دعوت دین کی کس قدر اہمیت ہے؟ اور اس نے کس انداز میں اس خادمہ کو اس کام پر متوجہ کیا۔ اس عورت نے اپنے اوقات کو مرتب کیا اور حصول کیلیے دروس میں حاضر ہونے لگی۔ یہاں تک کہ دو سال بیت گئے اور وہ عورت دین کی داعیہ بن کر اپنے وطن لوٹی۔ اللہ اکبر، اس کی تاثیر کس قدر ہوگی؟ اور اس کی وجہ سے اس کے علاقے میں کس قدر اثرات مرتب ہوں گے؟ یہ سب اس نیک عورت کے نیکیوں والے نامہ میں لکھا جائے گا جسے دعوت کی فکر تھی اور اس نے مسلمانوں کے مسائل کے متعلق لائحہ عمل تیار کیا۔

اسی طرح کا ایک قصہ ایک ہندوستانی بھائی کا بھی ہے۔ میں ذاتی طور پر اس شخص سے واقف ہوں جو چوکھٹوں اور فریموں کی مرمت کیا کرتا تھا جسے ہم بنشری کہتے ہیں وہ ایک عام آدمی تھا جسے اپنے دین سے کوئی تعارف نہ تھا۔ جب وہ یہاں آیا تو ہمارے ایک ساتھی سے اس کا تعارف ہوا اور اس نے استقامت اختیار کرنا شروع کی، علم حاصل کرنے لگا تو اس کے حالات تبدیل ہونے لگے۔ وہ کہنے لگا میں اب یہاں نہیں رہ سکتا۔ اب میرے لئے ضروری ہوگیا ہے کہ میں اپنے علاقے میں واپس جاؤں اور لوگوں کو دین کی دعوت دوں تاکہ وہ بھی میری طرح سیدھی راہ پر آجائیں۔ ایسا لگتا ہے کہ میں دوبارہ پیدا ہوا ہوں۔

یہ آدمی اپنے وطن لوٹ گیا اور وہاں دعوتی کام کی ابتداء کی۔ اللہ نے اسے ایک مدرسہ کھولنے کی توفیق دی اور اس نے کئی مساجد تعمیر کروائیں۔ اب اس کا شمار مشہور داعیوں میں ہوتا ہے۔ سبحان اللہ! جب وہ اللہ کے دین پر ثابت قدم ہوا تو اس کے حالات کیسے پلٹ گئے۔

## (23) خاموش دعوت اور قابل اتباع نمونہ:

استقامت بذات خود خاموش دعوت اور قابل اتباع نمونے کی حیثیت رکھتی ہے۔ دین الٰہی پر استقامت اختیار کرنے والا شخص درحقیقت لوگوں کو اپنے چال چلن، اچھی شہرت اور نیک سیرت کے ذریعے کسی سے ہم کلام ہوئے بغیر ہی دین کی دعوت دے رہا ہوتا ہے۔

بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اسے دیکھتے ہیں تو اس کے چہرے سے متأثر ہو جاتے ہیں، یا اس کے متعلق سنتے ہیں تو اس کا اپنے گھر والوں کے ساتھ جو رویہ ہے اس سے اثر انگیز کر لیتے ہیں یا اس کے معمولات زندگی سے خوشگوار تأثر لیے بغیر نہیں رہتے۔ اس طرح اس کی زندگی اور اس کا طرز عمل لوگوں میں ایک خاموش دعوت اور پر تاثیر نمونہ بن جاتا ہے خواہ وہ کسی سے بات نہ کرے اور کسی کو کچھ بھی نہ کہے۔ یہ فضیلت بھی الحمد اللہ استقامت سے حاصل ہوتی ہے۔

کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو کسی مؤقف یا معاملے کی وجہ سے اسلام میں داخل ہوئے اور کتنے ہی مسلمان ہیں جو اسی بنا پر تائب ہوئے اور یہی باتیں ان کیلئے استقامت کا سبب بن گئیں۔ بلکہ اسلامی تاریخ تو ہمیں بتاتی ہے کہ کتنے ہی ممالک اور قبائل ایسے ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ تجارتی لین دین کی وجہ سے دین اسلام میں داخل ہوئے۔ یقیناً استقامت کی وجہ سے معاشرے کے نیک لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے دوسرے لوگوں میں استقامت، اصلاح اور بھلائی کے کاموں میں رغبت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح اس سے لوگوں میں منافقوں، نافرمانوں اور گناہ گاروں کیلئے احساس برہمی پیدا ہوتا ہے کیونکہ دین سے وابستہ لوگوں میں روزافزوں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یہ وہ پاکیزہ اثرات ہیں جو اہل

استقامت کے اندر دنیا میں ہی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور ان پر اللہ کی طرف سے انہیں اجر بھی دیا جاتا ہے۔

## ㉔ نیک لوگوں کی معرفت:

جب مسلمان استقامت اختیار کر لیتا ہے تو وہ پاک باز نیک لوگوں، علمائے امت یعنی سلف صالحین اور ان کے بعد والے لوگوں میں جتنے ہی اہل استقامت گزرے ہیں سب سے متعارف ہو جاتا ہے۔

مگر وہ مسلمان جو اہل استقامت میں سے نہیں اگر آپ ان سے علمائے امت یا ائمہ اربعہ رحمہم اللہ، یا عبادت گزاروں یا نیک لوگوں کے متعلق سوال کریں تو وہ ان میں سے کسی کو نہ جانتے ہوں گے۔ کیونکہ انھیں استقامت سے کوئی سروکار ہوتی نہ اہل استقامت سے دلچسپی۔

لیکن اہل استقامت کو آپ دیکھیں گے کہ وہ امت کے ان بہترین افراد جن پر اس امت کی طویل تاریخ کا دارومدار ہے، سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنے دور میں پائے جانے والے اہل استقامت کو بھی جانتے ہیں، ان کی مجلسوں میں شریک ہوتے اور ان سے استفادہ کرتے ہیں۔

یہ بات تو کسی سے پوشیدہ نہیں کہ نیک لوگوں کی مجالس دنیا میں منفعت اور آخرت میں شفاعت کا باعث بنتی ہیں۔ یہ اللہ کا ایک فضل ہے۔ اس کے متعلق اللہ نے اپنی کتاب میں نبی ﷺ کو باخبر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ﴾ [1]

"جو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ (محشر کے) دن باہم

---

[1] الزخرف ٤٣:٦٧.

دشمن ہوں گے سوائے پرہیز گار لوگوں کے۔"

قیامت کے دن یہ دوستیاں اور محبتیں دشمنی میں بدل جائیں گی کیونکہ ان کی بنیاد استقامت اور اطاعت پر نہیں بلکہ نافرمانیوں ، برائیوں اور گناہوں پر ہو گی۔مگر متقی لوگوں کی دوستی اور ساتھ آخرت میں بھی جاری رہے گا اور وہ اس سے دنیا کی طرح آخرت میں بھی فائدہ اٹھائیں گے۔

نبی ﷺ کی ایک حدیث میں ہے:"انه اذا دخل أهل الجنة الجنة وأهل النار النار، فان أهل الجنة يتفقدون أنفسهم واخوانهم، فيقولون: يارب عبدك فلان كان يذكرك معنا ، يصلي معنا، يصوم معنا، مالنا لانراه؟ فيأذن الله عزوجل في شفاعة الصالحين، فيقول الله عزوجل: اذهبوا فأخرجوا من أهل النار ممن تعرفون من كان في قلبه مثقال ذرة من ايمان."[1] "جب جنت والے جنت میں اور جہنم والے جہنم میں چلے جائیں گے تو جنت والے اپنے اور بھائیوں کو غائب پائیں گے تو کہیں گے اے ہمارے پروردگار! فلاں آدمی ہمارے ساتھ ہی تیرے ذکر میں شریک ہوتا تھا، ہمارے ساتھ نماز پڑھتا تھا، ہارے ساتھ روزے رکھتا تھا۔کیا وجہ ہے کہ آج وہ ہمیں نظر نہیں آرہا؟ تب اللہ نیک لوگوں کو سفارش کرنے کی اجازت دیں گے اور کہیں گے جاؤ اور جہنم میں سے ہر اس شخص کو نکال لاؤ جس کے بارے میں تمھیں علم ہو کہ اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے۔"

اللہ اکبر! دیکھیں استقامت کے کس قدر فضائل ہیں؟ اور نیک بندوں یعنی اہل استقامت کی صحبت اختیار کرنے کی کتنی فضیلتیں ہیں؟ وہ جنت میں بھی اپنے

---

[1] بخاری، مسلم.

ساتھیوں اور ہم نشینوں کو نہیں بھولیں گے۔ ان کا ذکر خیر کریں گے اور انہیں اللہ کے عذاب سے بچائیں گے، ان کے حق میں شفاعت کریں گے۔ یہ شفاعت بھی من جملہ ان شفاعتوں میں سے ہے جن کے ثابت ہونے کی خبر خود نبی معظم ﷺ نے دی ہے۔ (ہم بھی اللہ تعالیٰ سے دنیا میں نیک لوگوں کی صحبت و محبت اور آخرت میں ان کی شفاعت کا سوال کرتے ہیں۔)[1]

## (25) دنیا میں مقبولیت:

اسی طرح دنیا کے اندر مقبولیت اور لوگوں کی محبت حاصل ہونا بھی استقامت کے فضائل میں سے ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جسے انسان اگرچہ اپنی ذات کیلئے تو نہیں کرتا مگر نتیجتاً انسان کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ جیسا کہ یہ نبی ﷺ کی صحیح حدیث میں موجود ہے اور یہ بلا شبہ یہ دنیا و آخرت کی سعادت اور ثابت قدمی کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾[2]

"یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم زدہ ہوتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے رہے۔ ان کیلئے دنیاوی زندگی اور آخرت میں خوش خبری ہے، اللہ کی باتیں تبدیل نہیں ہوا کرتیں۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔"

[1] شرح عقیدہ طحاویہ ص ۲۲۹۔۲۳۵۔ [2] یونس ۱۰:۶۲۔۶۴۔

شیخ عبدالرحمٰن السعدی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں دنیا میں خوش خبری سے مراد اچھی تعریف، لوگوں کے دلوں میں محبت، نیک خواب اور اس کے نتیجہ میں بندے کو ہونے والے اللہ کے لطف و کرم کا نظارہ، نیک اعمال و اخلاق بجا لانے میں پائی جانے والی آسانی اور برے اخلاق سے دوری ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ! انسان اپنی ذات کے لئے عمل کرتا ہے مگر اس عمل کی وجہ سے لوگ اس کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہیں اور اس کے ساتھ محبت کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"تلك عاجل بشرى المومن." ①

"یہ تو وہ بشارت ہے۔ جو ایک مومن کو پہلے (دنیا میں) ہی مل جاتی ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا﴾ ② "یقیناً اہل ایمان اور عمل صالح کرنے والے لوگوں کیلئے اللہ محبت پیدا کردے گا۔" یعنی لوگوں کے دلوں میں ان کیلئے محبت پیدا کردے گا۔

صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان اللّٰه اذا أحب عبدا دعا جبريل فقال: انى احب فلانا فأحبه فيحبه جبريل، فينادى فى اهل السماء: ان اللّٰه يحب فلان فأحبوه فيوضع له القبول فى الارض." ③

"اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں آدمی سے محبت کرتا ہوں تو تو بھی اس سے محبت کر تو جبریل علیہ السلام اس سے محبت کرتا ہے اور فرشتوں میں اعلان کرتے

① احمد، مسلم۔ ② مریم ۹۶:۱۹۔ ③ مسلم۔

ہیں کہ اللہ کو فلاں آدمی سے محبت ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ اس طرح دنیا میں اسے مقبولیت عامہ حاصل ہو جاتی ہے۔'' یہ سب اللہ کا فضل ہے۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''من أثنيتم عليه خيراً وجبت له الجنة، ومن أثنيتم عليه شراً وجبت له النار، أنتم شهداء الله في أرضه.''[1] ''تم جس کی اچھائی بیان کرو اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے اور جس کی تم برائی بیان کرو اس کیلئے جہنم واجب ہو جاتی ہے، اللہ کی زمین میں تم اللہ کے گواہ ہو۔''

جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ یہ ایسی صورت ہے جسے نہ تو بندہ بنظرِ اشتیاق دیکھتا ہے اور نہ ہی اسے مانگتا ہے کیونکہ مخلص ایمان والا تو اپنے عمل کے بدلے صرف اللہ کی رضا مندی اور آخرت کی بھلائی کا طلب گار ہوتا ہے، لیکن جب وہ اپنے اخلاص کے باوجود یہ سب کچھ دیکھتا ہے یا لوگوں سے سنتا ہے تو یقیناً یہ مقبولیت اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتی ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الداء والدواء'' میں لکھتے ہیں: (بندے پر اللہ کی عظیم نعمتوں میں سے یہ ہے کہ دنیا میں اس کے ذکر کو بلند کر دے اور اس کی قدر و منزلت بڑھا دے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسل علیہم السلام کو ایسی نعمتوں کیلئے خاص کیا جو ان کے سوا کسی اور کیلئے نہیں ہو سکتیں، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ○ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ﴾[2]

''ہمارے بندوں ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کا ذکر کرو جو بڑی قوت عمل

[1] متفق عليه. [2] صٓ ٣٨: ٤٥۔ ٤٦.

رکھنے والے دیدہ ور لوگ تھے، ہم نے انہیں خاص وصف یعنی ذکر آخرت کے ساتھ خاص کر دیا۔"

یعنی ہم نے انہیں یہ خصوصیت عطا کی اس دنیا میں بہترین انداز میں ان کا تذکرہ ہو، اور یہی وہ "لسان صدق" جس کا ابراہیم علیہ السلام نے ان الفاظ کے ساتھ سوال کیا تھا: ﴿وَاجْعَل لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ﴾ [1] "اور بعد میں آنے والوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھ۔" اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام اور اپنے آخری نبی ﷺ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَ وَهَبْنَا لَهُم مِّن رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾ [2] "ہم نے ان سب کو اپنی رحمتیں عطا کیں اور انہیں بلند درجہ ذکر جمیل عطا کیا۔" اپنے نبی ﷺ کے متعلق فرمایا: ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ [3] "ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا")۔ [4]

چنانچہ انبیاء ورسل علیہم السلام کے متبعین اس نعمت سے اپنی میراث اور اطاعت و فرماں برداری کے حساب سے حصہ پاتے ہیں اور مخالفت کرنے والے اپنی نافرمانی اور معصیت کے حساب سے اس نعمت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جو مقبولیت عطا کرتا ہے اس سلسلے میں ایک دلچسپ قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک آدمی اموی خلیفہ یزید بن عبدالملک کے پاس آیا اور کہا کہ تیرے باپ (عبدالملک بن مروان) نے مجھے فلاں علاقے میں جاگیر عطا کی تھی پھر عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ خلیفہ بنے تو انھوں نے وہ جاگیر واپس لے لی۔

یزید نے کہا سبحان اللہ!! جس شخص نے تجھے جاگیر عطا کی اس کیلئے "رحمہ اللہ" نہیں کہتا اور جس نے واپس لے لی اس کیلئے "رحمہ اللہ" کہتا ہے۔ اس آدمی میں

---

[1] الشعراء ٢٦:٨٤. [2] مریم ١٩:٥٠. [3] الانشراح ٩٤:٤. [4] الداء والدواء، ص ١٢٧.

نے کہا صرف میں ہی نہیں بلکہ سب لوگ ہی ان کیلئے "رحمہ اللہ" کہتے ہیں۔

قبول عام اور محبت ومودت کے فضائل میں ہی یہ بات بھی شامل ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ اہل استقامت کے پاس جاتے ہیں اور ان سے مشورے لیتے اور تعاون مانگتے ہیں۔ یہی چیز عبادت اور بھلائی کے کاموں میں عظیم تر ہے۔ مسلمان اپنی ذات کیلئے ایسی شہرت نہیں چاہتا نہ ہی وہ عزت، حکومت اور اسی طرح کی دیگر چیزوں کا طلب گار ہوتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اسے خود مل جاتا ہے، جسے وہ اللہ کی اطاعت میں صرف کر دیتا ہے۔ لہٰذا انسان اس وقت بہت خوش ہوتا ہے جب اسے لوگوں کی ضروریات پورا کر کے خدمت دین کا موقع ملتا ہے۔

الحمدللہ، اہل استقامت کو معاشرے میں اچھی نظر سے دیکھا جاتا ہے، چنانچہ آپ اکثر اہل استقامت کو لوگوں کی ضروریات کو پورا کرتے ہوئے، اصلاح معاشرہ اور اس طرح کے دوسرے عظیم کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

فرمان نبوی ﷺ ہے: "أحب عباد اللّٰه أنفعهم وأحب الاعمال الى اللّٰه سرور تدخله على مسلم، أو تكشف عنه كربة، أو تقضي عنه ديناً، أو تطرد عنه جوعاً ، ولأن أمشي مع أخي المسلم في حاجة أحب الى من أن اعتكف شهراً ، ومن كف غضبه ستراللّٰه عورته، ومن كظم غيظا ولو شاء أن يمضيه أمضاه، ملأ اللّٰه قلبه رضى يوم القيامة ومن مشى مع أخيه المسلم في حاجته حتى يثبتها له، أثبت اللّٰه تعالىٰ قدمه يوم تزل الأقدام، وان سوء الخلق ليفسد العمل كما يفسد الخل العسل." [1] "اللہ کے بندوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو سب

سے زیادہ نفع بخش ہو اور اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل وہ خوشی ہے جو آپ کسی مسلمان کو دے سکیں یا اسے کسی مصیبت سے نجات دلا سکیں، یا اس کی طرف سے قرض ادا کریں یا اس کی بھوک مٹانے کا سامان کر دیں، اسی لیے کسی مسلمان کی حاجت براری کیلئے چلنا مجھے ایک ماہ کے اعتکاف سے زیادہ محبوب ہے اور جس نے اپنے غصے پر قابو پالیا اللہ اس کے عیب چھپا دیتا ہے، جو غصہ نکالنے کی طاقت کے باوجود غصہ پی جائے روز قیامت اللہ اس کے دل کو راضی کر دے گا، جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری ہونے تک اس کا ساتھ دے اللہ تعالیٰ اس دن اسے ثابت قدمی نصیب فرمائے گا جس دن قدم ڈگمگا جائیں گے، یقیناً بداخلاقی عمل کو ایسے ضائع کر دیتی ہے جیسے سرکہ شہد کو خراب اور ضائع کر دیتا ہے۔"[1]

فرمان الٰہی ہے: ﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾[2]

"ان کی اکثر سرگوشیاں بھلائی سے بالکل خالی ہوتی ہیں ہاں بھلائی اس کے مشورے میں ہے جو صدقہ دینے، یا نیک کام کرنے یا لوگوں کی اصلاح کا حکم دے اور جو کوئی بھی اللہ کی خوشنودی کی خاطر یہ کام کرے گا پس عنقریب اسے ہم اجر عظیم سے نوازیں گے۔"

### (26) رعب اور جلال:

نبی ﷺ نے فرمایا: "أعطيت خمساً لم يعطهن أحد قبلي نصرت

(1) ابن أبي الدنيا؛ الطبراني، صحيح الجامع:١٧٦. (2) النساء ٤: ١١٤.

بالرعب مسيرة شهر، وجعلت لي الارض مسجداً و طهورا......"[1]

"مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں، مہینہ بھر کی مسافت سے میرا رعب طاری کر دیا گیا اور پوری زمین کو میرے لیے سجدہ گاہ اور باعث طہارت بنا دیا گیا ہے......" اس حدیث میں محل شاہد آپ ﷺ کا یہ فرمان "میرا رعب طاری کر دیا گیا ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ یہ نبی ﷺ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ آپ کے بعد آپ کی امت کے لئے بھی ہے۔ جب بھی یہ امت اپنے دین پر استقامت اختیار کرے گی اللہ اس کے دشمن کے دلوں میں اس کا رعب اور ہیبت ڈال دے گا جو اس کی مدد اور نصرت کا سبب بنے گی۔

اسی طرح امت مسلمہ میں سے جو کوئی بھی اپنے دین پر استقامت اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں کے دلوں میں بقدر استقامت اس کا رعب و جلال اور عزت پیدا کر دے گا۔

الشیخ محمد العثیمین رحمہ اللہ (اللہ ان کے درجات بلند فرمائے)! فرماتے ہیں "جب امت اپنے نبی کی سیرت پر عمل پیرا ہو گی تو یقیناً یہ صفت اور نعمت بھی حاصل ہو گی کیونکہ جس عمل کے سبب رسول اللہ ﷺ کو یہ وصف حاصل تھا جب وہ عمل امت کے اندر پایا جائے گا تو یہ مدد و نصرت اور رعب بھی باقی رہے گا۔"[3]

شیخ عبدالکریم الخضیر حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ "وہ شخص جو نبی ﷺ کی اقتداء کرتا ہے اس کا رعب اور ہیبت لوگوں کے دلوں میں پایا جاتا ہے، اگرچہ بظاہر یہ شخص

---

① متفق عليه. ② فتح الباري: ١/٤٣٧، نيل الأوطار: ١/٣٢٧. ③ شرح بلوغ المرام ١/٦٣٠.

صاحب اخلاق، مسکراہٹ کا حامل اور نرم خو ہو۔ لیکن اس کی استقامت کے بقدر دوسرے لوگوں کے دلوں میں اللہ اس کا رعب اور ہیبت ڈال دیتا ہے۔ اور یہ سب نبی ﷺ کی اقتداء کے بقدر نصیب ہوتا ہے۔ اور یہ ایک مشاہداتی حقیقت ہے۔"[1]

## ㉗ پریشانی اور اضطراب سے سلامتی:

پریشانی، اضطراب، قلق، شکوک، شبہات، حزن و ملال اور دیگر نفسیاتی امراض سے سلامتی بھی استقامت کے فضائل میں سے ہے۔ یقیناً اہل استقامت قضا و قدر، شرعی مسائل و احکام، علامات قیامت اور جو کچھ نبی ﷺ نے حوادث، حق و باطل اور اہل اسلام اور اہل کفر کے مابین ٹکراؤ کے بارے میں بتایا ہے، ان سب کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔

اپنے دین پر استقامت اختیار کرنے والے کی توحید مضبوط اور ایمان مکمل ہوتا ہے، وہ جانتا ہے کہ مسلمان کو زندگی میں بیماری، خوف اور مصیبت پہنچتی ہے اور لوگوں کو جس غمی اور خوشی کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قضا اور تقدیر کی بنا پر ہوتا ہے۔ لیکن استقامت کی بے پایاں نعمت سے محروم شخص حیرت و اضطراب، پریشانی اور قلق میں ڈوبا رہتا ہے، وہ بہت سے مسائل اور حوادث زمانہ کو نہیں سمجھ پاتا جن کی خبر نبی ﷺ نے دی ہے۔ نتیجتاً قضا و قدر پر اس کا ایمان نہیں رہتا اور یہ کہ جو کچھ اس کائنات میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی منشاء سے ہوتا ہے، چنانچہ اس پر ہموم و غموم اور خوف و قلق ٹوٹ پڑتے ہیں اور اس پر مختلف نفسیاتی امراض حملہ آور ہو جاتے ہیں، وہ بھول جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر لکھ رکھی ہے اور یہ کہ روشن مستقبل اور نیک انجام پرہیزگاروں کیلئے ہے۔

---

① مجموعه أشرطة شرح جوامع الأخبار حديث ٢٦.

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ [1]

"وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے اگرچہ مشرکین ناخوش ہوں۔"

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ [2]

"نہ کوئی مصیبت جو دنیا میں آتی ہے نہ (خاص) تمھاری جانوں میں، مگر اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے، یہ (کام) اللہ تعالیٰ پر (بالکل) آسان ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "كتب الله تعالىٰ مقادير الخلائق قبل أن يخلق السموات والارض بخمسين ألف سنة وكان عرشه على الماء." [3] "اللہ تعالیٰ نے ارض وسما کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے تمام مخلوقات کی تقدیر لکھ دی تھی اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔"

## ㉘ حسن وجمال:

علماء نے فضائل استقامت میں یہ چیز بھی ذکر کی ہے کہ انسان کو دنیا و آخرت میں حسن وجمال سے نوازا جاتا ہے۔ الحمد للہ یہ چیز مشاہدہ میں بھی آچکی ہے کیونکہ کہ باطن کا عکس ظاہر پر پڑتا ہے لہٰذا جب بھی انسان استقامت اختیار کرتا ہے اللہ

---

① الصف ٦١:٩. ② الحديد ٥٧:٢٢. ③ مسلم.

اسے خوبصورتی اور چہرے کی نورانیت سے نوازتا ہے کیونکہ نافرمانی اور گناہ چہرے کی سیاہی کا باعث ہوتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ......﴾ [1]

''ان کی نشانیاں سجدوں کے نشانات کی وجہ سے ان کے چہروں پر ظاہر ہوتی ہیں۔''

علماء فرماتے ہیں جب بھی کثرت سے عبادت کی جائے چہرہ منور ہو جاتا ہے اور انسان پر عاجزی اور حسن و جمال ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ نیکی دل کے نور، چہرے کی روشنی، وسعت رزق اور لوگوں کے دلوں کی محبت کا باعث بنتی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''جب بھی نیکی اور تقویٰ بڑھتا ہے حسن و جمال دِگرگُوں ہو جاتا ہے اور جب بھی گناہ اور سرکشی میں اضافہ ہوتا ہے بدصورتی اور عیوب میں اضافہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ کسی بھی صورت کا اصل حسن و قبح زائل ہو کر رہ جاتا ہے، کتنے ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کی صورت اچھی نہیں ہوتی لیکن نیک اعمال ان کے حسن و جمال کو اسطرح بڑھا دیتے ہیں کہ ان کی صورت سے ظاہر ہونے لگتا ہے۔'' [2]

### (29) رزق کی کشادگی اور زہد:

استقامت کے فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ یہ مومن کو دنیا کی وسعت اور رزق حلال کمانے سے نہیں روکتی جو مؤمن اور اس کے اہل و عیال کو کفایت کر سکے، جس سے اللہ کی اطاعت میں آسانی ہو اور لوگوں سے مستغنی ہو جائے اور لوگوں کی دولت کا اسے لالچ نہ رہے، اس کے باوجود دنیا اس کا سب

[1] الفتح ٤٨:٢٩. [2] الاستقامة ١٠/٣٦٥.

سے بڑا مسئلہ اور مقصود علم نہ بنے اور اللہ کے واجبات سے اسے غافل نہ کرے۔

بہت سے لوگ اس معاملے میں اختلاط کا شکار ہیں یا تو وہ ناجائز راستوں سے دنیا کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو انہیں آخرت سے غافل کر دیتی ہے گویا کہ وہ دنیا کے لیے ہی پیدا ہوئے تھے، لہٰذا آپ مشاہدہ کرتے ہوں گے کہ اس فانی دنیا کے حصول کی خاطر وہ واجبات کو ترک کر دیتے ہیں اور محرمات کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ اللہ کی پناہ۔ یا کلی طور پر دنیا سے اعراض، اپنے نفس پر سختی اور اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کر لیتے ہیں، آپ دیکھتے ہوں گے کہ وہ لوگوں پر بوجھ بن جاتے ہیں، خود اپنے آپ کو اور اہل وعیال کو ضائع کر بیٹھتے ہیں اور خیر کثیر سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور اس پر مستزاد یہ سب کچھ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے تعلق کے نام پر کرتے ہیں۔ جبکہ یہ بات مخفی نہیں ہے کہ صحیح معنوں میں زہد، جیسا کہ علما نے کہا ہے، کا معنیٰ ہے اس چیز کو ترک کر دینا جو آخرت میں نفع بخش نہ ہو۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ زہد کا مطلب دنیا کی فضولیات کو ترک کر دینا جو آخرت سے غافل کر دیں۔ بہترین طریقہ سردار دو جہاں حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''أما أنا فاصوم وأفطر، وأقوم وأرقد و أتزوج النساء، فمن رغب عن سنتي فليس مني.''[1] ''میں تو روزے بھی رکھتا ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، قیام بھی کرتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور میں نے شادی بھی کی ہے سو جو میری سنت سے اعراض کرے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں''

اسی طرح بعض کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، کا عمل تھا جیسے ابوبکر صدیق، عمر فاروق،

---

① متفق عليه.

عثمان غنی، علی المرتضیٰ، عبدالرحمٰن بن عوف اور دیگر مہاجرین و انصار صحابہ اور سلف صالحین رضی اللّٰہ عنہم اجمعین۔

یقیناً انھوں نے دنیا میں اپنے حقوق وواجبات کو سمجھ لیا تھا اس لیے انھوں نے اسے اپنے ہاتھوں میں رکھا، دلوں میں داخل نہ ہونے دیا، سو انھوں نے بقدر ضرورت دنیا کو حاصل کیا۔ اور جو چیز ان کیلئے آخرت میں نفع بخش اور رب کی عبادت میں معاون نہ تھی اسے ترک کر دیا اور اللہ کے دین کی نصرت میں بے دریغ خرچ کیا۔

ہمیں اللہ کے اس فرمان پر غور کرنا چاہیے: ﴿وَ ابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾ [1]

''اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصہ کو بھی نہ بھول۔''

آپ ﷺ کی حدیث میں ہے: ''من كانت الآخرة همه، جعل اللّٰه غناه في قلبه وجمع له شمله، وأتته الدنيا وهي راغمة، ومن كانت الدنيا همه جعل اللّٰه فقره بين عينيه، وفرق عليه شمله، ولم ياته من الدنيا الا ما قدر له.'' [2] ''جسے آخرت کی فکر لگ جائے اللہ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اس کی جمعیت کو مضبوط کر دیتا ہے اور دنیا کسی حقیر چیز کی طرح اس کے پیچھے بھاگتی ہے، اس کے برعکس جس کی سوچ دنیا تک محدود ہو جائے اللہ تعالیٰ اس پر فقیری مسلط کر دیتا ہے اور اس کی جمعیت کو منتشر کر دیتا ہے اور دنیا اس کو اسی قدر ملے گی جس قدر اس کی تقدیر میں لکھی ہوگی۔''

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ دنیا کو ہمارے دلوں کی بجائے ہاتھوں میں

---

[1] القصص ۲۸:۷۷۔ [2] ترمذی، صحیح الجامع، حدیث: ۲۰۶۸۔

ہی میں رکھے اور اتنی ہی ہمیں عطا کرے جو اللہ کی اطاعت میں مددگار ثابت ہو۔

### ③⓪ اسباب کو بروئے کار لاتے ہوئے اللہ پر توکُّل:

توکل علی اللہ عبادت کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔ اسی لیے اللہ نے توکل اور عبادت کو ملا کر بیان کیا ہے: ﴿فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ [1]

''سو اس کی عبادت کریں اور اس پر توکل کریں۔''

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا......﴾ [2]

''کہہ دیجئے اسی رحمٰن پر ہم ایمان لائے اور اسی پر ہم نے توکل کیا۔''

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ [3]

''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں''

اکثر لوگ توکل علی اللہ کا صحیح مفہوم نہیں سمجھتے۔ وہ توکل کا دعویٰ کرتے ہوئے اسباب کو بالکل ہی ترک کر دیتے ہیں یا پھر توکل کو چھوڑ کر کلی اعتماد اسباب پر کرتے ہوئے شرک کر بیٹھتے ہیں۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ اسباب ہی پر اعتماد کر لینا شرک کے زمرے میں آتا ہے۔ جبکہ اسباب سے بالکل اعراض کر لینا عقل میں کمی اور شریعت میں نقص پیدا کر لینے کے مترادف ہے۔

دین میں استقامت مسلمان کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ وہ اسباب کو بروئے کار لاتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اور یہی حقیقی توکل ہے۔ جبکہ اسباب کو کلی طور

---

① هود ١١: ١٢٣.   ② الملك ٦٧: ٢٩.   ③ الفاتحه ١: ٥.

پر ترک کردینا ''تواکل'' (کسی کو بے یارو مددگار چھوڑ دینا) تو ہوسکتا ہے ''توکُّل'' نہیں۔

حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اعقلها وتوكل.'' [1] ''اس (اونٹ) کو باندھ پھر توکل کر۔''

ایک اور حدیث میں ہے:

''لو أنكم توكلون على الله حق توكله ، لرزقكم كما يرزق الطير، تغدو خماصا و تروح بطانا.

''اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جیسے توکل کرنے کا حق ہے تو تمھیں اللہ ایسے رزق دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔''

دین پر استقامت اختیار کرنے والا توحید پر کاربند رہتے ہوئے توکل کا صحیح مفہوم سمجھ لیتا ہے لہٰذا وہ اسباب کی تاثیر اور رعب دل میں بٹھائے بغیر ان کو بروئے کار لاتا ہے سو عقیدہ توحید کا حامل اسباب کا محتاج نہیں ہوتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ۔ جو مسبب الاسباب ہے، پر اعتماد سے غافل رہتا ہے۔

### (31) دوستی اور دشمنی کا معیار:

استقامت کے فضائل میں ایک یہ بھی ہے کہ مسلمان ''الولاء والبراء'' (دوستی اور دشمنی) کے معیار کو سمجھ لیتا ہے جو کہ انسانی عقیدہ کی ایک اہم بنیاد ہے۔

**ولاء:** ایمان والوں سے ان کے ایمان کے بقدر محبت کرنا ان کے ساتھ تعلق اور ان کی مدد و تکریم کرنے کو ''ولاء'' کہتے ہیں۔

---

(1) ترمذی، صحیح الجامع: ٦٥١٠. (2) احمد؛ ترمذی، صحیح الجامع ٥٢٥٤.

**براء:** اہل شرک ونفاق اور نافرمانوں سے اظہار بغض اور ہر اس عمل سے برأت کا اظہار کرنا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناپسند ہو۔

الولاء والبراء اسلامی عقیدہ ہے جس پر عمل پیرا ہونا ہر مسلمان مرد وعورت پر واجب ہے۔ لہٰذا اس کی دوستی اور دشمنی کا معیار اللہ کی رضا ہونا چاہیے نہ کہ کوئی اور دنیاوی غرض۔

اہل استقامت اس عقیدہ کو سمجھتے ہیں اور اسے اپنی زندگی کے معاملات اور تعلقات میں لاگو کرتے ہیں، برعکس عام لوگوں کے جو ''الولاء والبراء'' کے مفہوم سے بھی واقف نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾[1]

''مومن مرد وعورت ایک دوسرے کے دوست ہیں۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا آبَاءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ﴾[2]

''جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں آپ انہیں ایسا نہ پائیں گے کہ وہ ان لوگوں سے محبت رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھتے ہیں۔ خواہ وہ ان کے باپ دادا، ان کے بیٹے یا بھائی ہی کیوں نہ ہوں......''

ایک دوسری جگہ ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾[3] ''مومن تو باہم بھائی بھائی ہیں......''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ان اوثق عری الاسلام ان تحب فی اللہ

---

[1] التوبۃ ۹:۷۱۔ [2] المجادلہ ۵۸:۲۲۔ [3] الحجرات ۴۹:۱۰۔

وتبغض فی اللّٰہ."① "یقیناً اسلام میں سب سے مضبوط ذریعۂ اتحاد یہ ہے کہ تو اللہ کے لیے محبت کرے اور اللہ کے لیے ہی نفرت رکھے۔" ایک اور حدیث میں ہے:

"من احب للّٰہ وابغض للّٰہ، واعطیٰ للّٰہ و منع للّٰہ فقد استکمل الایمان."

"جس نے اللہ کے لیے محبت کی اللہ کے لیے بغض رکھا، اللہ کے لیے صدقہ دیا اور اللہ کے لیے مالی صدقہ روکا تو یقیناً اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے "جس نے اللہ کی رضا کے لیے محبت کی، اللہ کی رضا کی خاطر بغض رکھا، اللہ کے لیے دوستی کی اور اللہ ہی کے لیے دشمنی کی تو اسی سبب سے اللہ کی ولایت کو پہنچ گیا اور جب تک یہ معیار نہ ہو کوئی آدمی ایمان کا ذائقہ نہیں چکھ سکتا۔ اگرچہ صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو، لیکن لوگوں کے عمومی بھائی چارے کی بنیاد دنیاوی معاملات ہیں اور یہ چیز بالکل نفع بخش نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "لا الہ الا اللہ کا حقیقی تقاضا یہ ہے کہ محبت اور بغض، دوستی اور دشمنی کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی ذات ہو، جس سے اللہ محبت کرے اس سے محبت کی جائے اور جس سے اللہ بغض رکھے اس سے بغض رکھا جائے۔ ③

اگر ہم عقائد اسلام کی کتابوں پر غور کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ "الولاء والبراء" کے موضوع پر ان میں واضح لٹریچر ہے اور کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں اس موضوع پر بحث نہ کی گئی ہو۔"

بعض علما نے تو یہاں تک کہا ہے کہ کتاب اللہ میں توحید کے وجوب اور تحریم شرک کے بعد کثرت دلائل اور وضاحت کے اعتبار سے کوئی حکم "الولاء والبراء"

---

① احمد، صحیح الجامع، حدیث: ۲۰۰۹. ② احمد، ابوداؤد، ترمذی، صحیح الجامع، حدیث ۵۹۶۵. ③ مجموع الفتاویٰ ۸ / ۳۳۸.

سے بڑھ کر نہیں۔

### ㉜ بہترین مخلوق:

اللہ کے دین پر استقامت کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ اہل استقامت جو اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ نیک اعمال بجا لاتے ہیں اور اطاعت کے ذریعے اپنے رب کا قرب حاصل کرتے ہیں وہ بہترین مخلوق ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے روز قیامت ایسی دائمی جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ جَزَاؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ......﴾ [1]

"یقیناً ایمان والے اور عمل صالح کرنے والے لوگ بہترین مخلوق ہیں، ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہے ہمیشگی والی جنتیں ہیں۔"

ذرا غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ کرنے والے مؤمنوں کے لقب "خیر البریۃ" کو ان کے اجر وثواب جو صرف جنت میں ہے، پر کیسے مقدم کیا ہے؟ اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ تعریف کرنا دراصل اس کی محبت ورضا کی دلیل ہے جو سب سے بڑا اجر وثواب اور اعلیٰ ترین مقام ومرتبہ ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر علما نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ مومنین فرشتوں سے افضل ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ "وہ لوگ بہترین

---

[1] البیّنۃ ۹۸:۷۔۸۔

مخلوق ہیں۔"

شیخ محمد عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اللہ عزوجل کی مخلوق میں بہترین لوگ وہ ہیں جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے۔"[1]

لہٰذا دین پر استقامت اختیار کرنے والے ہر اعتبار سے بہترین ہوتے ہیں، ایمان اور نیک اعمال پر استقامت اختیار کرنے کی وجہ سے بہترین قرار پائے۔

وہی بہترین امت ہیں جو لوگوں کے لیے میدان عمل میں لائی گئی ہے اور بہترین اور معزز ترین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں اور کتاب اور احکام کے اعتبار سے بہترین اور کامل شریعت کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔

### (33) عبادت کی محبت اور لذت:

دین پر استقامت اختیار کرنے والا اللہ کے مقرب اور اطاعت گزار بندوں کے ساتھ انواع واقسام کے اجر وثواب کے وعدے اور دنیا وآخرت کی خیر و برکت کی معرفت حاصل کر لیتا ہے۔ جو اسے عبادات کا دائمی محبّ، بھلائی کے کاموں، تقرب الی اللہ اور اللہ کی پکار پر لبیک کہنے میں سبقت کرنے والا اور ان عبادات کے ذریعے لذت اٹھانے والا بنا دیتی ہے۔

عبادات میں لذت اور اطاعت الٰہی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مناجات کے ساتھ محبت ہی دنیا کی جنت ہے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ان کے شاگرد رشید حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اور دیگر علماء نے کہا ہے بلکہ دنیا میں بھی ایک جنت ہے۔ جو اس میں داخل نہ ہوسکا وہ آخرت کی جنت میں بھی داخل نہیں ہوسکتا۔ دنیا

---

[1] تفسیر جزء عم، ص۲۸۰.

کی جنت سے مراد کیا ہے؟ وہ فرماتے ہیں کہ عبادات میں لذت، اطاعت الٰہی، اس کی مناجات اور اس کے ذکر کے ساتھ لگاؤ دنیا کی جنت ہے۔ اور یہ صرف اہل استقامت کو ہی نصیب ہوتی ہے، ان کے علاوہ باقی لوگوں میں عبادت سے لگاؤ، اس میں اطمینان اور خشوع وخضوع ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی لذت حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ [1]

''جان لو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کا اطمینان نصیب ہوتا ہے۔''

کتنے ہی انسان ایسے ہیں جو صبح وشام اللہ کا ذکر کرتے ہیں مگر انہیں سکون میسر نہیں، بلکہ پریشانیاں اور مسائل بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ معاذ اللہ! یہ اللہ کا ذکر خشوع وخضوع، محبت اور حاضر دماغی سے نہیں کرتے۔ جبکہ استقامت اختیار کرنے والا انسان اللہ کے حقوق کو پہچانتا ہے۔ لہٰذا آپ دیکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے ذکر سے پرسکون اور اطاعت الٰہی سے مانوس ہو جاتا ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نماز کے متعلق فرماتے ہیں: ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ [2]

''اور تم صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یا بلال اقم الصلاۃ أرحنا بها.'' [3]

''اے بلال! نماز کی اقامت کہو اور ہمیں اس کے ذریعے راحت پہنچاؤ۔''

اور فرمایا: ''وجعلت قرة عيني في الصلاة.'' [4]

''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔''

بتانا ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ کیفیت بس اہل استقامت کو حاصل ہوتی ہے جو نماز

---

① الرعد۱۳: ۲۸. ② البقرہ۲: ۴۵. ③ احمد؛ ترمذی، صحیح الجامع، حدیث۲۹۸۶.

④ احمد؛ نسائی؛ ترمذی، صحیح الجامع، حدیث۳۱۲۴.

ذکر، تلاوت اور تسبیح واستغفار وغیرہ جیسی عبادات میں چاشنی محسوس کرتے ہیں۔ اور دنیاوی معاملات میں ان کے ذریعے مدد کے طلبگار ہوتے ہیں جبکہ غیر اہل استقامت کو آپ دیکھتے ہیں کہ عبادت اور نیکی کے کام ان پر گراں گزرتے ہیں۔ کسی حکم کی بجا آوری نہیں کرتے اور اگر کسی کام کو کرتے بھی ہیں تو اکتاہٹ، تنگی اور بے چینی کی حالت میں کرتے ہیں۔ (العیاذ باللّٰہ)

یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جنہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس بارے میں ٹال مٹول کرنے لگے کہ وہ کیسی ہو؟ اس کا رنگ کیسا ہو؟: ﴿اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا﴾[1] ''گائے ہم پر مشتبہ ہوگئی ہے'' وغیرہ۔

ان لوگوں میں اور اس شخص میں کتنا فرق ہے جسے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا؟ وہ اس کے جگر کا ٹکڑا تھا لیکن اس نے اللہ کے حکم کی بجا آوری میں جلدی کی۔ اس کی بابت ارشاد قرآنی ہے: ﴿وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ﴾[2] ''اور اسے پیشانی کے بل لٹا دیا۔'' غور کیا آپ نے؟ دونوں طرح کے لوگوں میں کتنا تضاد ہے؟

دین پر استقامت اختیار کرنے والوں کی علامت: ﴿وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى﴾[3] ''اے میرے رب میں نے اس لیے تیری طرف آنے میں جلدی کی کہ تو راضی ہو جائے۔''

علما نے کہا ہے کہ جو خشوع وخضوع اور شرح صدر سے عبادت کرے اس کی عبادت افضل ہے بہ نسبت اس کے جو بوجھ سمجھ کر عبادت کرے۔ اسی لیے عام لوگوں کی نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عبادت افضل تھی کیوں کہ وہ توجہ، محبت اور اطمینان کے کمال درجے کو پہنچے ہوئے تھے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ انہیں شرف

---

[1] البقرۃ ۲:۷۰۔ [2] الصّٰفّٰت ۳۷:۱۰۳۔ [3] طٰہٰ ۲۰:۸۴۔

صحابیت بھی حاصل تھا۔[1]

استقامت مسلمان کے اندر عبادت کی محبت اور لذت پیدا کرتی ہے اور اسے کمال درجے تک پہنچانے کے قابل بناتی ہے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بندہ مسلسل اطاعت و فرماں برداری کی طرف مائل رہتا ہے اور اس کے ساتھ محبت و الفت رکھتا ہے اور اس سے اتنا اثر لے لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کی طرف فرشتے بھیج دیتا ہے جو اسے عبادت کے لیے تیار رکھتے اور اس کی ترغیب دیتے ہیں اور اس شخص کو اپنی نیند اور مجلس چھوڑنے پر ابھارتے ہیں۔''

اس کے برعکس جو بندہ گناہوں سے مسلسل محبت و الفت رکھتا ہے اور ان سے اتنا متأثر ہوتا ہے کہ اللہ اس کی طرف شیاطین کو بھیج دیتا ہے۔ جو اسے گناہوں کے لیے تیار کرتے ہیں۔ پس اول الذکر کے لیے اطاعت کے لشکر معاون و مددگار بن جاتے ہیں اور مؤخر الذکر کے لیے معصیت کے لشکر معاون و مددگار بن جاتے ہیں۔

اللہ ہمارے سلف صالحین پر رحم فرمائے جن میں سے بعض ایمان کی مٹھاس، عبادت کی لذت اور اللہ کے ساتھ محبت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے تھے: ''اگر اہل جنت اسی حال میں ہوں تو ان کی بہترین زندگی ہے۔''[2]

میری ایک رشتے دار خاتون نے مجھے بتایا جو میری محرم تھیں اور تلاوت قرآن کی کثرت اور اللہ کے ذکر کرنے میں معروف تھیں کہ اس نے اپنی عبادت اور نماز میں اللہ کے ساتھ مناجات کی لذت کی سعادت حاصل کرلی ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات سجدے کی حالت میں تسبیح کے بعد وہ کہہ دیتی ہے ''احبک یا ربی

---

[1] قواعد ابن رجب، قاعدہ نمبر: ۱۷۔ [2] الداء والدواء ص ۹۱۔

احبک یا ربی۔ ''اے میرے رب! میں تجھ سے محبت کرتی ہوں، اے میرے رب! میں تجھ سے محبت کرتی ہوں۔''

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عبادت کی محبت اور ذکر میں اطمینان نصیب فرمائے۔

## (34) تمام معاملات میں اعتدال اور میانہ روی:

اعتدال اس امت کی خصوصیات میں سے ایک اعلیٰ خصوصیت ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ [1]

''اسی طرح ہم نے تمھیں ایک معتدل امت بنایا۔''

استقامت کے فضائل میں ایک یہ بھی ہے کہ اس سے مسلمان کو دین کے احکام، اپنے حقوق اور واجبات کی معرفت میں مدد ملتی ہے جس کی وجہ سے افراط و تفریط، تشدد وغلو اور تساہل وتجاہل کے راستے سے شیطانی مداخلت کا امکان باقی نہیں رہتا، جس میں اکثر لوگ مبتلا ہیں۔

ایک مسلمان جب استقامت اختیار کرتا ہے اور اپنے دین کی سمجھ حاصل کر لیتا ہے تو اپنے حقوق و واجبات کو سمجھ لیتا ہے لہٰذا اس کا عقیدہ وعبادت اور معاملات و تعلقات صحیح ہو جاتے ہیں کیونکہ استقامت ہی اللہ کا دین ہے، جسے اللہ نے وسط (معتدل) اور امت کو عدل کے ساتھ متصف کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ [2]

''ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے۔''

دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ

---

(1) البقرة ۲:۱۴۳۔ (2) الفاتحة ۱:۶۔

فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾[1] ''اور یہ دین یہی میرا سیدھا راستہ ہے تو تم اسی کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں کو اختیار نہ کرو کہ وہ تمھیں اس راستے سے جدا نہ کردیں......''

فرمان نبوی ﷺ ہے: ''ایاکم والغلو فی الدین فانما اھلک من کان قبلکم الغلو فی الدین.''[2]

''دین میں غلو سے بچو کیوں کہ تم سے پہلے والے لوگ دین میں غلو کرنے کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے۔''

ایک اور حدیث میں ہے: ''من رغب عن سنتی فلیس منی.''[3]

''جس نے میری سنت سے اعراض کیا اس کو مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''استقامت افراط وتفریط، تساہل، بے پروائی اور تشدد وغلو کے درمیان توسط اختیار کرنے پر مدد کرتی ہے اور یہی استقامت کا طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین غلو اور بے پروائی کے درمیانی راستے کا نام ہے۔ غلو سے مراد دین میں تشدد کرنا اور بے پروائی سے مراد تساہل اور دین کا اہتمام نہ کرنا ہے۔ اسی طرح غالی اور متشدد جو عبادت میں زیادتی کرتا ہے اور بے جا پابندیاں لگاتا ہے اور گمان رکھتا ہے کہ اس طرح وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کررہا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے کیوں کہ جو اعتدال کا راستہ چھوڑ کر تساہل یا تشدد کا شکار ہو جاتا ہے وہ اللہ کی شریعت سے نکل جاتا ہے۔

چنانچہ بے پروائی اور تساہل زیادتی وتشدد اور افراط وتفریط کو چھوڑ کر اعتدال کا

---

[1] الانعام ٦: ١٥٣.   [2] احمد، نسائی، ابن حبان، صحیح الجامع، حدیث ٢٦٨٠.

[3] بخاری و مسلم.

راستہ اختیار کرنے کا نام ہی استقامت ہے۔[1]

### (35) حسن خاتمہ:

استقامت کے جو فضائل بیان کیے گئے ہیں ان کے آخر میں ہم حسن خاتمہ کا ذکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ اور بہتر انجام کی دعا کرتے ہیں۔

فضائل استقامت میں سب سے بڑھ کر حسن خاتمہ ہے کیوں کہ دین پر استقامت اختیار کرنے والا اطاعت الٰہی میں دوام اختیار کرتا ہے۔ صبح و شام عبادت میں مشغول رہتا ہے۔ اس کے ماہ و سال عبادت و ریاضت اور نیک اعمال کرتے ہوئے گزرتے ہیں جس سے اس کا اللہ پر ایمان و یقین اور توکل مضبوط ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ استقامت اختیار کرنے والا چوں کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم رکھتا ہے لہٰذا اللہ کی توفیق سے استقامت اس کی محافظ بن جاتی ہے۔

نتیجتاً یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ کوئی لمحہ غفلت اور بے پروائی میں گزارے بلکہ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ آخر لمحات میں یا کچھ دیر قبل تک اطاعت خداوندی میں مشغول رہتا ہے اور نیک عمل کے دوران ہی داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملتا ہے۔

ایک صحیح حدیث میں بھی نبی ﷺ نے اس کی خبر دی کہ جس کی زندگی کا آخری کام کوئی نیک عمل ہو اور اسی پر اس کی موت آجائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”من قال: لا اله الا اللّٰه ابتغاء وجه اللّٰه ختم له بها دخل الجنة، ومن صام يوما ابتغاء وجه اللّٰه ختم له بها

---

[1] الاستقامة، ص: ۹۰۸.

دخل الجنة، و من تصدّق بصدقة ابتغاء وجه اللّٰه ختم له بها دخل الجنة.“[1] ”جس نے اللہ کی رضا کی خاطر (کلمہ) ’’لا الہ الا اللہ‘‘ کا اقرار کیا اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوا تو وہ جنت میں داخل ہوگا، جس نے اللہ کی رضا کے لیے ایک دن روزہ رکھا اور اسی حالت پر اس کو موت آئی تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے اللہ کی رضا کی خاطر صدقہ کیا اور اسی عمل کے دوران اسے موت آئی تو وہ بھی جنت میں داخل ہوگا۔“

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اذا اراد اللّٰه بعبد خیرا استعمله. قیل کیف یستعمله ؟ قال یوفقه لعمل صالح قبل الموت ثم یقبضه علیه .“[2] ”جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے عمل کرواتا ہے۔ پوچھا گیا عمل کیسے کرواتا ہے؟ آپ نے جواب دیا اسے اپنی موت سے پہلے نیک عمل کی توفیق دیتا ہے پھر اس کے بعد اس کی روح قبض کرتا ہے۔“

ایک اور حدیث میں ہے ”من مات علٰی شیئ بعثه اللّٰه علیه.“[3]

”کوئی شخص جو عمل کرتے ہوئے فوت ہوگا وہی عمل کرتے ہوئے اٹھایا جائے گا۔“

ہم نے نیک لوگوں کے کتنے ہی واقعات سن رکھے ہیں کہ دنیا میں ان کا آخری عمل لا الہ الا اللہ کا اقرار یا روزے کی حالت یا تلاوت قرآن یا دعوت وعبادت کے لیے سفر کی حالت پر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض اہل استقامت کو نماز کی حالت میں

---

[1] احمد؛صحیح الترغیب والترہیب للألبانی،حدیث:۹۷۵. [2] احمد؛ ترمذی؛ ابن حبان؛ طبرانی، صحیح الجامع: ۳۰۵، ۳۰۶. [3] مسلم.

موت آئی ہے۔

اس کے برعکس اہل غفلت اور استقامت سے دور لوگوں کی وفات کے کتنے ہی واقعات ہم نے سنے ہیں کہ دنیا میں ان کا آخری عمل نافرمانی، دھوکا دہی، اہل فساد اور اہل خیانت کے ساتھ مجلس یا ان کے سوا دوسرے ایسے برے اعمال کی بجا آوری تھا، کہ جن پر قیامت کے دن اٹھایا جانا کسی کو پسند نہ ہو۔ ہماری تو اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر کام کا انجام بہتر فرمائے اور دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے دین پر استقامت اختیار کرنے والوں سے عظیم فضائل اور عام بھلائیوں کا وعدہ کیا ہے جو ہر وہ (اچھا) کام کرتے ہیں جن کا انھیں حکم دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَ لَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًاo وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًاo وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾[1] ''اور اگر وہ لوگ وہ کام کرتے جن کی انہیں نصیحت کی گئی تھی تو یقیناً ان کے لیے بہتری اور ثابت قدمی میں مضبوطی کا باعث ہوتا تب ہم انہیں اپنی طرف سے بہت بڑے اجر سے نوازیں گے اور ضرور ہم انہیں سیدھے راستے کی ہدایت دیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اس آیت مبارکہ میں چار عظیم چیزوں کا وعدہ کیا ہے:

① بھلائی کا وعدہ، جیسا کہ یہ الفاظ ہیں ﴿كَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ یعنی وہ پسندیدہ لوگوں میں سے ہوں گے اور برے لوگوں کی عادات ان سے ختم کردی جائیں گی۔

① النساء ٤:٦٦-٦٨.

② دنیا اور آخرت میں ثابت قدمی کا حصول جیسا کہ الفاظ ہیں ﴿اَشَدَّ تَثْبِيتًا﴾ اور اس کا سبب نیک اعمال پر استقامت اور دوام اختیار کرنا ہے۔

③ عظیم اجر وثواب جو اللہ تعالیٰ مطیع وفرماں بردار اور دین پر استقامت اختیار کرنے والوں کو عطا کرے گا۔ فرمایا: ﴿مِنْ لَّدُنَّا اَجْرًا عَظِيمًا﴾

اللہ تعالیٰ نے اس اجر وثواب کی کثرت اور اس کے مرتبے اور شرف کی وجہ سے اس کی صفت کو عظمت کے لفظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور جس چیز کو خود اللہ تعالیٰ (جو سب سے زیادہ عظمتوں والا ہے) عظیم کہے تو اس میں انتہا درجے کی عظمت اور جلال کا پایا جانا ایک لازمی امر ہے۔ اللہ کا یہ فرمان: ﴿مِنْ لَّدُنَّا﴾ (اپنی طرف سے) اس نعمت اور اجر وثواب کی عظمت میں مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔

④ صراط مستقیم کی طرف ہدایت، جیسا کہ الفاظ میں ﴿وَلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا﴾ خصوص کے بعد عموم کا انداز اس ہدایت کی قدر ومنزلت کو بیان کرنے کے لیے اختیار کیا گیا ہے اور یہ صراط مستقیم پر توفیق اور ثابت قدمی پر دلالت کرتا ہے جس کا سبب مسلسل اطاعت اور فرمانبرداری ہے اور اسی ''مسلسل اطاعت و فرمانبرداری'' کا نام ہی استقامت ہے۔

اس مبارک پہلو کا اختتام اللہ تعالیٰ نے اہل استقامت کے ساتھ کیے جانے والے اس وعدے پر فرمایا کہ وہ اس بہترین مخلوق کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے جو انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین جیسی صفات سے متصف ہوں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ

وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ [1]

''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے انعام کیا جیسے انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور وہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ میں اس عظیم نعمت اور حقیقی محبت کی تعریف ہے جو جنّات نعیم اور اللہ رب العالمین کی ہمسائیگی میں ان کے ساتھ رہنے کی وجہ سے نصیب ہوگی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے اسی خاص فضل و کرم کی دعا کرتے اور امید رکھتے ہیں۔

……❀……

[1] النساء ٤:٦٩.
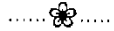
# استقامت کی راہ میں حائل رکاوٹیں

بنیادی طور پر انسان کے اندر ہدایت اور بھلائی کی محبت پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور اسے ان کی فطرت میں داخل کر دیا ہے۔ ایمان اور اچھی عادت کی محبت پیدا کی ہے اور کفر اور فسق و فجور کی نفرت ان کے اندر رکھ دی ہے۔

چنانچہ بنیادی طور پر انسان ہدایت پر قائم ہے نہ کہ گمراہی پر، جبکہ یہ گمراہی اس کے لیے آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا ہے کہ وہ ہدایت اور استقامت کے اسباب بروئے کار لائے اور اس سے مدد اور توفیق کا وعدہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ﴾[1]

”لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمھارے لیے محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمھارے دلوں میں زینت دے رکھی ہے اور کفر کو اور گناہ اور نافرمانی کو تمھاری نگاہوں میں ناپسندیدہ بنا دیا ہے۔“

اور فرمایا: ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى﴾[2]

”جس نے دیا (اللہ کی راہ) میں۔ ڈرا (اپنے رب سے)۔ اور نیک

---

[1] الحجرات ۴۹:۷۔ [2] اللیل ۹۲: ۵۔۷۔

بات کی تصدیق کرتا رہے گا۔ تو ہم بھی اسے آسان راستے کی سہولت دیں گے۔"

مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ہدایت اور استقامت کے اسباب کو استعمال کرے اور ان سے دور کرنے والی چیزوں سے بچے جن سے شیطان اکثر لوگوں کو ڈراتا رہتا ہے۔

بہت سی ایسی رکاوٹیں ہیں جو بعض اوقات انسان کو دین پر استقامت اختیار کرنے سے منع کر دیتی ہیں اور بعض اوقات دین پر استقامت میں تاخیر کا باعث بنتی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی وضاحت اور تفصیل کی ضرورت ہے لیکن ہم اختصار کے ساتھ اہم ترین رکاوٹوں کا ذکر کریں گے۔

① ٹال مٹول کرنا:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ 'مجھے اب استقامت اور اس میں پوشیدہ فضائل کا ادراک ہوا ہے اور یہ بہت اچھی چیز ہے لیکن ابھی نہیں، بلکہ عنقریب آیندہ ہفتے یا آیندہ مہینے یا آیندہ سال کے آغاز میں استقامت اختیار کروں گا'۔ سبحان اللہ! اس تاخیر کے کیا معنی؟ اور یہ ٹال مٹول کیسی؟

اگر آپ اس بات کی ضمانت دے سکتے ہیں کہ آپ تاخیر کے وقت تک زندہ رہیں گے تب تو ٹھیک ہے، مگر اس کی ضمانت کون دے سکتا ہے؟

لہٰذا میرے دوست ہاتھ سے موقع نکل جانے سے پہلے اور وقت ضائع کیے بغیر اپنے دین پر استقامت اختیار کرو، ایمان کی تکمیل کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔ میں گھنٹوں اور دنوں کی بات نہیں کرتا بلکہ آپ کا تو ایک ایک منٹ قیمتی ہے تاکہ آپ کی نیکیوں میں اضافہ ہو سکے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ اگر آپ استقامت کو مؤخر کرتے ہیں تو نہ جانے بعد میں کیا ہو جائے، شاید آپ استقامت اختیار ہی نہ کرسکیں۔ آپ کی زندگی میں کئی ایسے امور اور واقعات رونما ہوں گے جو آپ کو استقامت اختیار کرنے سے روکیں گے لہٰذا استقامت میں تاخیر کرنا حقیقی طور پر خطرہ، دھوکا اور خسارہ ہے۔ کیا آپ اوائل عمری میں استقامت اختیار کرنے والے کی نیکیوں اور آخری عمر میں استقامت اختیار کرنے والے کی نیکیوں کو برابر سمجھتے ہیں؟

بلاشبہ ایام جوانی میں استقامت اختیار کرنے والے کا اجر وثواب اللہ کے ہاں بہت بڑا اور عظمت کا حامل ہے، اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اس کا شمار ان سات اشخاص میں کیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنا سایہ نصیب فرمائے گا جس دن اللہ کے سوا کسی کا سایہ نہ ہوگا۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''سبعة يظلهم اللّٰه في ظله يوم لا ظل الا ظله: امام عادل، وشاب نشا في طاعة اللّٰه......''[1]

''سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنا سایہ نصیب فرمائے گا جس دن اللہ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، عادل حکمران اور وہ نوجوان جس نے ایام جوانی میں اللہ کی اطاعت کی......''

## ② برے دوست:

بعض لوگ استقامت اختیار کرنا چاہتے ہیں مگر ان کے دوست انہیں ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں یا وہ خود ان سے ڈرتا ہے، وہ سوچتا ہے کہ اس کے

---

① متفق علیه.

دوست اس کے خلاف کہیں کچھ ایسی ویسی بات نہ کر دیں یا وہ سوچتا ہے کہ اگر وہ اسے چھوڑ گئے تو وہ ان کے بغیر رہ نہیں سکے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :﴿اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ﴾ [1]

''باہم دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے متقی لوگوں کے۔''

چنانچہ وہ دوستی جو اطاعت خداوندی میں معاون نہ ہو اس کا کوئی فائدہ نہیں اور وہ ساتھی دوست یا محبوب جو دین پر استقامت اختیار کرنے سے خوش نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ دوسرا یہ کہ وہ ان دوستوں سے خوف کیوں کھاتا ہے؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ انہیں متاثر کرے اور وہ بھی اہل استقامت میں شامل ہو جائیں؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ان سے بھی اچھے دوست نصیب کر دے؟ کیوں نہیں بخدا یہ ممکن ہے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کرنا چاہیے:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰي يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَاۗءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا﴾ [2]

''اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا کر کہے گا۔ ہائے کاش! میں نے رسول کی راہ اختیار کی ہوتی۔ ہائے افسوس! کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو مجھے اس کے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت

---

[1] الزخرف ۴۳: ۶۷۔ [2] الفرقان ۲۵: ۲۷۔ ۲۹۔

میرے پاس آ پہنچی تھی اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے۔''

③ گھر والے اور قریبی رشتے دار:

کتنے ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو استقامت اختیار کرنا چاہتے ہیں مگر اپنی بیوی سے ڈرتے ہیں۔ اور کتنی ہی عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو استقامت اختیار کرنا چاہتی ہیں مگر وہ اپنے شوہر سے ڈرتی ہیں۔اور کتنے ہی انسان ہیں جو چاہنے کے باوجود اپنے عزیز واقارب کے ڈر سے استقامت اختیار نہیں کر پاتے۔ یہ سب وہم ہے۔آپ کا کیا خیال ہے؟

آپ کیا سمجھتے ہیں کیا یہ ممکن نہیں کہ استقامت اختیار کرنے والا شوہر اپنی بیوی اور اہل وعیال پر اثر انداز ہو سکے؟ یا بیوی اپنے شوہر پر؟ باپ اپنے بیٹوں پر اور اولاد اپنے ماں باپ پر اثر ڈال سکے اور وہ اللہ کے دین پر استقامت اختیار کرنے والے بن جائیں؟ جواب یہ ہے کہ کیوں نہیں، اللہ کی قسم! اسی طرح کے کتنے ہی واقعات اور قصے ہم نے سن رکھے ہیں۔

ہر مسلمان کو چاہیے کہ رشتے داروں کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر کرے اور اجر کی امید رکھے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔

④ مباحات میں غرق ہو جانا:

بعض لوگ اتنی کثرت سے مباحات یعنی جائز معاملات میں مشغول ہو جاتے ہیں کہ ان کو چھوڑنا ان کیلئے ناممکن ہو جاتا ہے۔کیا آپ اس بات کی تصدیق نہیں

کریں گے کہ نیند کی کثرت، ورزشی کھیلوں میں زیادہ مشغول ہونا، کثرت سے لوگوں کی مجالس اختیار کرنا اور میل جول رکھنا یا اس طرح کی دوسری مباح چیزیں انسان کیلئے استقامت اختیار کرنے میں رکاوٹ ہیں۔ بلکہ بعض اوقات تو وہ واجبات کو بھی ترک کر دیتا ہے اور انھی مباح امور کے سبب امانتوں اور اپنی ذمہ داریوں کو ضائع کر بیٹھتا ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ علما نے اس دلیل کی وجہ سے کہ یہ تو جائز اور مباح ہے، مباحات میں مشغولیت اور حد سے تجاوز کر جانے کو شیطان کے انسان کو گمراہ کرنے کا ایک ہتھکنڈا قرار دیا ہے۔ کہ اس کا سارا وقت ضائع ہو جاتا ہے اور وہ ان کی وجہ سے دنیا آخرت کے زیادہ فائدہ مند اور بہترین کاموں کو نہیں کر پاتا۔

ایک صاحب عقل مسلمان کو دنیا اور دنیا کی فانی لذتوں کی حقیقت کو سمجھنا چاہیے کہ جب ان کا جنت کی نعمتوں سے موازنہ کیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو عطا کرنی ہیں تو ان کی کیا حیثیت ہو گی۔

### ⑤ کامل استقامت اختیار نہ کر سکنے کا خوف:

استقامت کے راستے میں رکاوٹوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان کہتا ہے کہ میں مکمل طور پر استقامت اختیار نہیں کر سکتا یا تو میں مکمل صورت میں استقامت اختیار کروں یا پھر چھوڑ دوں یہ درمیانہ طریقہ مجھے پسند نہیں۔ جبکہ یہ بات صحیح نہیں، بتلائیے ہم میں کون ہے جو کامل استقامت اختیار کر سکے؟ اور کبھی بھی غلطی نہ کرے؟ ہم میں سے کوئی غلطیوں سے پاک نہیں ہم سب خطا کار ہیں اور بہترین

خطا کار وہی ہوتے ہیں جو توبہ کریں، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: ''کل بنی آدم خطّاء و خیر الخطّائین التوّابون.'' چنانچہ یہ سراسر شیطانی وسوسہ ہے۔ بہرحال پختہ ارادے سے استقامت میں لگ جانا چاہیے۔

آپ اللہ کے دین پر استقامت اختیار کریں اگرچہ بعض غلطیاں اور کوتاہیاں بھی سرزد ہوں یا بعض امور ایسے ہوں جنہیں فوری ترک نہ کیا جا سکتا ہو، درست رہیں، آگے بڑھیں اور اللہ پر توکل کریں اور اس سے مدد طلب کریں۔ جان لیں کہ استقامت ہی وہ عظیم کام ہے جو آپ کیلئے غلطیوں کی تلافی پر معاون ثابت ہوگا۔ اگر آپ اس دن کے انتظار میں بیٹھ جائیں جس دن آپ اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہ کریں تو وہ دن کبھی نہیں آئے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''سددوا وقاربوا وأبشروا.''[1]

''درست ہو جاؤ اور آگے بڑھو اور خوشخبری حاصل کرو۔''

اور فرمایا: ''استقیموا ولن تحصوا......''[2] ''استقامت اختیار کرو اس کا احاطہ نہیں کرسکتے'' یعنی تم استقامت کا حق ادا نہیں کرسکتے۔

## ⑥ ملازمت کی فکر:

اللہ کے دین پر استقامت اختیار کریں، درست ہو جائیں، آگے بڑھیں، حسب استطاعت تقویٰ اختیار کریں اور استقامت فی الدّین کو مؤخر نہ کریں، اگرچہ اس کی خاطر ملازمت ترک کرنا پڑے۔ اگر کوئی اللہ کی رضا کیلئے کچھ چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر بدلہ عطا فرماتا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ کی حدیث

① متفق علیہ. ② احمد؛ حاکم، صحیح الجامع: ۹۵۲

بھی ہے۔

شیطان کی طرف سے بھی لوگوں میں یہ خوف پایا جاتا ہے۔ مگر آپ کو کیا معلوم شاید آپ اسی ملازمت پر برقرار رہیں یا اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے بھی بہتر ملازمت عطا کر دے۔

میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جو کسی سگریٹ کمپنی میں سپلائر (Supplier) تھا اور سگریٹ کی ڈبیاں سپلائی کرتا تھا اس کی تنخواہ اور کمیشن ملا کر تقریباً تین ہزار ماہانہ بنتی تھی اور ساتھ ہی گاڑی بھی وہ دن بھر استعمال کرتا تھا۔ جب اس آدمی کو اللہ کی طرف سے ہدایت ملی اور اس نے دین پر استقامت اختیار کی تو اس نے اپنے آپ سے کہا کہ اب اس کام کو جاری رکھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ناجائز اور حرام کام ہے۔ سو اس نے ملازمت چھوڑ دی، لوگوں نے اسے ملامت کی، اس کے خلاف باتیں بنائیں اور زیادہ کی پیش کش کی مگر وہ تو اللہ کی رضا کیلئے اس کام کو چھوڑ چکا تھا، پھر اس کے ساتھ کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک رفاہی تنظیم میں ماہانہ استقطاعی منصوبے (Monthly Cut-Back Project) کی نوکری میسر کر دی۔

ملازمت میسر آ جانے کے بعد اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ان تمام کمپنیوں اور تجارتی مراکز کو جنہیں میں سگریٹ سپلائی کیا کرتا ہے اپنا یہ رفاہی منصوبہ پیش کروں اور وہ منصوبہ تھا ماہانہ منہا کرنے کا تھا۔ تھوڑی مدت کے بعد یہ آدمی اس منصوبے کو خود چلانے کے قابل ہو گیا اور اس کا گزر انھی کمپنیوں، مراکز اور سٹوروں پر ہونے لگا حتی کہ یہ منصوبہ ڈیڑھ ملین سالانہ تک پہنچ گیا۔

غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کیسا بدلہ دیا وہ بھلائی کی طرف دعوت دینے لگا اور لوگوں کی راہ نمائی کرنے لگا، اس طرح اس نے بھلائی کے کاموں میں اپنی توجہ

مبذول کرکے اپنے نامۂ اعمال کو نیکیوں سے بھر لیا، اور اس کے ساتھ ساتھ سات ہزار ریال ماہانہ تنخواہ بھی حاصل کرتا تھا۔

بعد میں وہ کسی مسجد میں امام مقرر ہوگیا اور ایک دن میں نے خود اس کے پیچھے نماز ادا کی۔

### ⑦ استقامت کے معنی سے عدم واقفیت:

کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ استقامت کا مطلب ہے بندہ اپنے گھر بیٹھ جائے اور کوئی کام نہ کرے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ استقامت انھیں ضروریاتِ زندگی سے محروم کردیتی ہے۔

ایسے لوگ حقیقت میں استقامت کے مفہوم ہی سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ درحقیقت استقامت کسی بھی جائز ضرورت سے نہیں روکتی ہمارے سامنے اہل استقامت بہترین زندگی گزار رہے ہیں، گھروں کے مالک ہیں، گاڑیوں پر سفر کرتے ہیں، کھاتے پیتے اور پہنتے ہیں اور استقامت انھیں ضروریاتِ زندگی سے منع نہیں کرتی بلکہ اللہ نے اپنے فضل وکرم سے ان پر دنیا کی نعمتیں کثیر تعداد میں نچھاور کی ہیں۔

استقامت زندگی کو معطل کرنے کا نام نہیں ہے اور نہ ہی محرومی اور لوگوں کی زندگی کو مقیّد اور پابندِ سلاسل کرنے کا نام ہے۔ اس سے پہلے استقامت کے فضائل اور معانی پر بحث ہوچکی ہے جس سے پاکیزہ زندگی اور حقیقی سعادت نصیب ہوتی ہے۔

### ⑧ عزت وشہرت متاثر ہونے کا خوف:

بعض لوگوں کی استقامت کے سامنے بڑی رکاوٹ ان کی شہرت اور جاہ

وجلال ہوتا ہے۔ میں ایسے آدمی سے کہوں گا کہ میرے بھائی، عزت وشہرت صرف دنیا کی نہیں ہوتی اور نہ ہی دنیا کی عزت وشہرت منافع بخش ہوتی ہے۔

منافع بخش صرف وہی عزت ہوگی جو دنیا وآخرت دونوں میں ہوگی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک برگزیدہ نبی حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق ارشاد فرمایا: ﴿وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ﴾ [1] صرف دنیا کی وجاہت اللہ کے ہاں نفع مند نہیں ہوتی، اگر انسان کی وجاہت تقویٰ اور اصلاح وخیر پر مبنی نہیں تو وہ کسی کام کی نہیں۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلیے کچھ ترک کرے اللہ اسے بہترین بدلہ عطا کرتا ہے۔ یہ بحث پہلے گزر چکی ہے کہ استقامت کے فضائل میں لوگوں کی محبت، زمین میں قبولِ عام، حسن تعریف اور ذکرِ جمیل وغیرہ سبھی باتیں شامل ہیں۔ اور یہی وہ مقام ہے جو اللہ کے حکم سے دنیا وآخرت میں نفع بخش ہوگا۔

### ⑨ ناکامی کا خوف:

بعض لوگوں کو استقامت سے روکنے والی چیز ناکامی اور شکست کا خوف ہے کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ بدشگونی اور بدگمانی رکھی جائے۔ انسان نیک شگون کیوں نہیں لیتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم عملی طور پر تو استقامت اختیار کرنا چاہتے ہیں مگر ڈرتے ہیں کہ منہ کے بل گر نہ جائیں۔

ہم کہتے ہیں کہ جو اللہ کے ساتھ مخلص ہوگا اللہ اس کے ساتھ مخلص ہوگا اور کسی کو یوں منہ کے بل نہیں گرائے گا بجز اس کے کہ جس کے دل میں بیماری، شک، ریا یا اس طرح کے دوسرے امراض بھرے پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی کرتا ہے اور نہ ہی کسی کے نیک عمل کو ضائع کرتا ہے۔

---

① آل عمران ۳: ۴۵.

### ⑩ توبہ قبول نہ ہونے کا خوف:

اسی طرح گناہوں کی مغفرت نہ ہونے کا خوف بھی استقامت کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾[1]

''یقیناً اللہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔''

پھر ہم بات کیوں کرتے ہیں؟ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جسے اللہ معاف نہ کرے سوائے شرک کے۔ کہ اگر شرک پر موت آئی تو معافی کی کوئی صورت نہیں۔ جبکہ دنیا میں تو اللہ تعالیٰ شرک سمیت تمام گناہ معاف کر دیتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾[2]

''کہہ دیجیے، اے میرے بندو وہ جو اپنے آپ پر زیادتی کر چکے ہو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ پر زیادتی اور ظلم کرنے والوں کو اپنا بندہ کہہ کر مخاطب کیا ہے، یوں نہیں کہا اے جرم کرنے والے لوگو! اور نہ ہی یہ کہا اے گناہ گار لوگو! بلکہ کہا ''اے میرے بندو!''۔ تم نے جو بھی کیا ہے پھر بھی تم اللہ کے بندے ہو۔ وہ تمھارا پروردگار ہے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ

---

① الزمر ۳۹: ۵۳۔ ② الزمر ۳۹: ۵۳۔

يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾[1]

''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے، نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔ اسے قیامت کے دن دہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت اور خواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔ سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے، اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔''

دیکھیں شرک، قتل اور زنا یہ سب کبیرہ گناہ ہیں مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نہ صرف ان کی توبہ قبول فرماتا ہے بلکہ ان برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ اس آیت میں درحقیقت کبیرہ گناہوں کے مرتکب لوگوں کیلئے توبہ کی رغبت ہے اور اللہ تعالیٰ جو رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی، اس کی طرف سے توبہ کی قبولیت کا عظیم وعدہ ہے اور اللہ سے بڑھ کر سچ کون بول سکتا ہے؟

……❀……

[1] الفرقان ۲۵:۶۸۔۷۰۔

# خاتمہ

اس کتاب کے مکمل ہونے پر میں اللہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس کی توفیق سے ہی نیک کام پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو لکھنے اور پڑھنے والوں کیلئے خالص اپنی رضا کی خاطر نفع بخش بنادے یقیناً وہ صاحبِ جود وکرم ہے۔

بالکل ناسپاسی ہوگی اگر میں اہل ، اولاد اور دوستوں میں سے ہر اس شخص کا شکریہ ادا نہ کروں جس نے اسے کیسٹوں سے نقل کرنے ، کتابت ومراجعت اور دوسرے امور سے لیکر اس کتاب کو منظرِ عام پر آنے تک کسی قسم کی بھی کوئی معاونت کی ہے۔ اللہ انھیں بہترین جزا عطا فرمائے۔

آخر میں عرض یہ ہے کہ استقامت جو کہ دینِ اسلام اور نبی کریم ﷺ کی سیرت وہدایت ہی کا دوسرا نام ہے ، یہ تمام مذکورہ فضائل تو اس استقامت کے چند ایک فضائل ہیں ، ان کا مکمل احاطہ کرنا تو ممکن ہی نہیں ہے۔ میں نے ان میں سے اہم ترین فضائل ذکر کیے ہیں جو براہِ راست مسلمان کی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں یا ہو سکتے ہیں۔ اور طوالت کے ڈر سے بجائے تفصیل کے اختصار سے کام لیا ہے۔

میں اللہ کے فضل وکرم کا طلب گار ہوں کہ وہ ظاہری و باطنی طور پر ہمیں اپنے دین پر استقامت عطا فرمائے ، ہمیں شرمندگی سے بچائے ، ہمیں ہدایت یافتہ اور

ہدایت دینے والا بنائے اور یہ کہ ہماری ،ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی بخشش فرمائے۔

وصلى الله وسلم على نبينامحمد وعلى آله وصحبه اجمعين .